کتاب الجنائز

www.KitaboSunnat.com

مؤلفہ:

حضرت مولانا مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری اعظم گڈھی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

فاروقی کتب خانہ

الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

○

کتاب الجنائز

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں جان کنی کے وقت سے لے کر تجہیز و تکفین اور
اس کے بعد تک کے تمام وہ ضروری احکام و مسائل جمع کیے گئے
ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں، جسے ہر اردو خواں پڑھ کر اپنے
مُردوں کی تجہیز و تکفین سنت کے مطابق اچھی طرح کر سکتا ہے۔

(مؤلفہ)

حضرت مولانا مولوی محمد عبد الرحمن صاحب مبارکپوری اعظم گڈھی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

فاروقی کتب خانہ

الفضل مارکیٹ ۱۷۔ اردو بازار لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؕ

امابعد خاکسار محمد عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم صاحب مبارکپوری (عاملہما اللّٰہ تعالٰی بِفَضْلِهِ الْعَمِيْمِ وَجَعَلَ مَآلَهُمَا النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ) مسلمانوں کی خدمت میں ملتمس ہے کہ اُردو زبان میں کوئی ایسا رسالہ دیکھنے میں نہیں آیا، جس میں جنائز کے متعلق تمام وہ ضروری احکام و مسائل جمع کیے گئے ہوں جو احادیث سے ثابت ہوں، اور جسے ہر اُردو خواں پڑھ کر اپنے موتی کی تجہیز و تکفین سنت کے مطابق اچھی طرح پر کر سکے، اور جو اہلِ علم کو بھی فی الجملہ مفید ہو، بناءً علیہ میرے والد محترم (جن کو ہر امر میں اتباعِ سنت کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَرَضِيَ عَنْهُ) نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسا رسالہ اُردو زبان میں لکھ دوں، پس میں نے اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ سَيِّدِي الْوَالِدِ یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا **کِتَابُ الْجَنَائِزِ** رکھا، یہ رسالہ ایک مقدمہ اور دس باب پر مرتب ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

جنائز کے احکام و مسائل اختصار کے وقت سے لے کر دفن تک اس کثرت سے ہیں اور اس قابل ہیں کہ مستقل تصنیف میں جمع کیے جائیں، یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اس باب میں کتاب الجنائز کے نام سے مستقل کتابیں لکھی ہیں، ہمارے علم میں دو اللہ تعالیٰ اعلم، محدثین میں سے اول اوّل جس نے اس باب میں مستقل کتاب لکھی وہ محدث عبدالوہاب ابن عطاء الخفاف بصری نزیل بغداد ہیں، آپ بصرہ کے مشاہیر محدثین سے ہیں، فنِ حدیث میں خالد حذا اور سلیمان تیمی اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہم کے شاگرد اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے استاذ ہیں، اور ابو عمرو بن علا سے جو قرا سبعہ سے ایک مشہور قاری ہیں، فن قراءت حاصل کیا ہے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد، ترمذی، النسائی اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں آپ کی سند سے حدیثیں روایت کی ہیں، محدث سعید بن ابی عروبہ کی صحبت میں ایک مدت تک تھے ۲۰۴ھ میں وفات پائی، حافظ ابن حجر نے آپ کی کتاب الجنائز سے فتح الباری میں بعض حدیثیں نقل کی ہیں۔ محدث عبدالوہاب بن عطاء کے بعد علامہ مزنی نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف کی، عون المعبود حاشیہ سنن ابی داؤد میں اس کتاب کی بعض روایتیں منقول ہیں لیکن اصل کتاب سے نہیں، علامہ ممدوح امام طحاوی کے ماموں اور امام شافعی کے مشہور شاگرد ہیں، نام اسماعیل بن یحییٰ، کنیت ابوابراہیم، وطن اور مسکن مصر تھا، امام شافعیؒ کی تائید و نصرت میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں، امام شافعیؒ فرماتے تھے اَلْمُزَنِيُّ نَاصِرُ مَذْهَبِيْ جب آپ کتاب مختصر تصنیف کر رہے تھے، تو جس مسئلہ کی تحقیق سے فارغ ہوتے اور اس کو کتاب میں درج کرتے تو دو رکعت شکرانہ نماز پڑھتے، نماز باجماعت ادا کرنے کا اتنا التزام و اہتمام رہتا تھا کہ جب کوئی نماز جماعت کے ساتھ نہیں ملتی تو اس کو پچیس مرتبہ پڑھتے، تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو، امام شافعیؒ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے اور آپ ہی نے ان کو غسل دیا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶۴ھ میں وفات پائی، اور قرافہ صغریٰ میں امام شافعی کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔

علامہ مزنی کے بعد محدث ابو بکر مروزی نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی، حافظ ابن حجر نے آپ کی اس کتاب سے تلخیص الحبیر میں بعض حدیثیں نقل کی ہیں، نام احمد بن علی ہے اور وطن اور مسکن مرو ہے، جو ملک خراسان کا ایک مشہور شہر ہے، فن حدیث میں امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہما کے شاگرد اور امام نسائی اور ابو عوانہ اور طبرانی وغیرہم کے استاد ہیں، حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کَانَ مِنْ اَوْعِیَةِ الْعِلْمِ وَثِقَاتِ الْمُحَدِّثِیْنَ لَہٗ تَصَانِیْفُ مُفِیْدَۃٌ وَمَسَانِیْدُ یعنی ابو بکر مروزی بہت بڑے عالم اور ثقات محدثین سے تھے، اور مفید کتابیں تصنیف کی ہیں، امام نسائی نے اپنے سنن میں آپ کی سند سے کثرت سے حدیثیں روایت کی ہیں، شہر حمص کے عہدۂ قضا پر مامور تھے، پھر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے، اور دمشق ہی میں ۲۹۲ھ میں وفات کی۔

محدث ابو بکر کے بعد محدث ابن شاہین نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی، آپ کی اس کتاب کی نسبت حافظ زیلعی نصب الرایہ میں لکھتے ہیں، مُجَلَّدٌ وَسَطٌ یعنی اوسط درجہ کے حجم کی کتاب ہے، نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی، ابن شاہین عراق کے ایک مشہور محدث ہیں، نام عمر بن احمد، کنیت ابو حفص ہے، دمشق، شام، فارس اور بصرہ میں بڑے بڑے ائمہ حدیث سے حدیث پڑھی ہے، ابن الفوارس کا بیان ہے کہ جس قدر کتابیں ابن شاہین نے تصنیف کی ہیں، کسی محدث نے تصنیف نہیں کیں، محمد بن عمر داؤدی نے ابن شاہین سے سنا، وہ کہتے تھے کہ اس وقت تک جس قدر روشنائی میں نے خریدی ہے اُس کا حساب کیا تو وہ سات سو درہم کی ہوتی ہے۔ آپ کے سامنے جب مذہب کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے، اَنَا مُحَمَّدِیُّ الْمَذْھَبِ یعنی میرا مذہب محمدی ہے، آپ کا سن ولادت ۲۹۷ھ ہے اور سن وفات ۳۸۵ھ حافظ زیلعی نے نصب الرایہ میں ابن شاہین کی کتاب الجنائز سے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں۔

کتاب الجنائز کا پہلا باب، باب الاحتضار ہے، جس میں احتضار کے مسائل لکھے جاتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ لیکن اس باب میں محتضرین کی عبرت خیز حکایات بھی شامل کر لی جائیں تو یہ باب اس قابل ہو جاتا ہے کہ کتاب الجنائز کے نام سے علیحدہ اس کے لیے ایک مستقل کتاب لکھی جائے، چنانچہ محدث ابن ابی الدنیا نے اس خصوص میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب المحتضرین ہے، اس کتاب میں محدث ممدوح نے احتضار کے متعلق تمام احادیث و روایات کو جمع کیا ہے، اور محتضرین کی نتیجہ خیز و عبرت انگیز حکایات اور سلف صالحین کے احتضار کے وقت کے حالات لکھے ہیں جن کو پڑھ کر بہت کچھ عبرت ہوتی ہے حافظ ابن حجر نے تلخیص میں اس کتاب سے بعض روایتیں نقل کی ہیں، ابن ابی الدنیا بغداد کے ایک مشہور محدث ہیں، حافظ ابن ابی حاتم اور ان کے والد حافظ ابو حاتم وغیرہما نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں، خلفائے عباسیہ کے متعدد اولاد کی تادیب و تعلیم آپ کے متعلق کی گئی تھی، معتضد باللہ اور مکتفی باللہ کی تادیب و تعلیم کے وقت دربار خلافت سے آپ کو روزانہ پندرہ دینار ملتے تھے، آپ کی تصنیفات کی تعداد سو سے متجاوز ہے ۲۰۸ھ میں ولادت اور ۲۸۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

محدث ابن ابی الدنیا کے بعد محدث طبرانی نے اس موضوع پر کتاب المحتضر نام ایک کتاب لکھی، ابیات التثبیت کی بعض شروح میں اس کتاب سے بعض روایتیں منقول ہیں طبرانی ایک بہت بڑے جلیل القدر کثیر التالیف محدث ہیں، آپ کی تالیفات میں معجم کبیر اور اوسط اور صغیر بہت مشہور ہیں، استاذ ابن العمید کہتے ہیں کہ وزارت و ریاست کی حلاوت و خوشی جو مجھے حاصل ہے، اس کے برابر دنیا میں کسی کی خوشی و حلاوت کو نہیں سمجھتا تھا، یہاں تک کہ میں نے محدث طبرانی اور محدث ابوبکر جعابی کا مناظرہ دیکھا، یہ مناظرہ میرے سامنے ہوا، اس مناظرہ میں طبرانی اور جعابی دونوں ایک دوسرے پر غالب ہوتے رہتے تھے، طبرانی اپنی کثرت حفظ کی وجہ سے اور جعابی اپنی فطنت اور جودت طبع کے سبب سے، مناظرہ ہوتے ہوتے دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، جعابی نے کہا میرے پاس ایک ایسی حدیث ہے کہ دنیا میں بجز میرے کسی کے پاس نہیں طبرانی نے کہا لاؤ پیش کرو، جعابی نے اس کو بایں سند پڑھنا شروع کیا، حدثنا ابو خلیفۃ ثنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُلَیْمَانُ بْنُ اَیُّوْبَ الخ یعنی حدیث بیان کی ہم سے ابو خلیفہ نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سلیمان بن ایوب نے، طبرانی نے کہا مجھ کو خبر بھی ہے؟ سلیمان بن ایوب میں ہی ہوں اور ابو خلیفہ نے مجھی سے یہ حدیث سنی ہے، پس آپ مجھ سے اس حدیث کو سن کر سند حاصل کرلیں۔ اس پر جعابی کو بہت ندامت ہوئی، استاذ ابن العمید کہتے ہیں کہ طبرانی کو اس وقت جو خوشی و فرحت حاصل ہوئی، اسے دیکھ کر میں نے یہ آرزو کی کہ کاش یہ وزارت و ریاست مجھے نہ ہوتی اور میں طبرانی ہوتا، اور جو خوشی و فرحت اُن کو ہوئی ہے مجھے ہوتی، طبرانی کا سن ولادت ۲۶۰ھ ہے اور سن وفات ۳۶۰ھ۔

مجھے کتاب الجنائز کی تصنیف کے وقت ان کتب مذکورہ بالا کا پتہ لگا ہے، اگر تفحص و تتبع کیا جائے تو اور کتابوں کا پتہ چل سکے گا، لیکن آج یہ تمام کتابیں نایاب و ناپید ہیں، اگر یہ کتابیں دستیاب ہوتیں تو ہم کو اپنی اس کتاب الجنائز میں ان سے بہت کچھ فوائد و مطالب مفیدہ کے جمع کرنے کا موقع ملتا، ہم نے یہاں ان حفاظ محدثین کا اور ان کی کتابوں کا ذکر محض تبرکاً کیا ہے، کہ ہماری یہ کتاب اگر ان کی ان کتابوں کے فوائد سے خالی رہی تو ان کے ذکر خیر سے تو خالی نہ رہے۔

اب ہم اپنی اس کتاب الجنائز کے متعلق دو تین باتیں یہاں لکھ دینا مناسب سمجھتے ہیں، پس واضح ہو کہ ہماری یہ کتاب دس باب پر مرتّب ہے، ہر باب میں پہلے اس باب کے مسائل و احکام مسلسل طور پر بیان کیے گئے ہیں، پھر اس باب کے متعلق متفرق باتیں جو ضروری اور مفید تھیں فوائد متفرقہ کے عنوان سے لکھی گئی ہیں، پس اس کتاب کے پڑھنے والوں کو چاہیے کہ اس کے جس باب کو پڑھنا چاہیں اس کو شروع سے اس کے فوائد متفرقہ تک غور سے پڑھ جائیں، اور اس باب کے تمام مسائل کو خوب اچھی طرح پر معلوم کرلیں، پھر اس کے بعد فوائد متفرقہ کو پڑھیں۔

لہ ان محدثین کے یہ مختصر حالات تذکرۃ الحفاظ خلاصۃ التہذیب ابن خلکان تاج المکلل وغیرہ سے لکھے گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں جس قدر عربی عبارتیں لکھی گئی ہیں، سب کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ ہاں اس کتاب کے حواشی میں بہت سے مقاموں میں عربی عبارتوں کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عربی عبارتوں کا مضمون متن کتاب میں بیان ہو چکا ہے، یا ان کا ترجمہ اُردو خواں لوگوں کو چنداں مفید نہیں، یا علمی مضمون ہونے کی وجہ سے اُن کا ترجمہ ان کو کچھ مفید نہیں، پس اُردو خواں صاحبان کو حواشی میں عربی عبارات کو بلا ترجمہ دیکھ کر ترجمہ نہ ہونے کی شکایت نہیں کرنی چاہیے، یہ عبارات عربیہ ان کے لیے نہیں ہیں بلکہ اہل علم کے لیے ہیں۔

ہم نے اس کتاب کو اپنے والد مرحوم کے ارشاد سے اُن کے زمانہ حیات میں لکھنا شروع کیا تھا، لیکن قبل اس کے کہ یہ کتاب مکمل ہو کر شائع ہو والد مرحوم کے سفر آخرت کا وقت آگیا، اور اس دار فانی کو خیر باد کہہ کر دار البقا کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس کتاب کا کچھ حصہ آپ سن چکے تھے، اور باقی حصہ کے سننے کی دل میں تمنا باقی تھی، جو ان کے ساتھ چلی گئی۔ مگر الحمد للہ کہ ان کی خواہش کے مطابق یہ کتاب مکمل ہو کر شائع ہو گئی، پس جو لوگ اس کتاب سے مستفید ہوں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ از راہ کرم والد مرحوم کے لیے جو اس کتاب کی تصنیف کے اصل باعث اور محرک ہیں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس الاعلیٰ میں ان کو جگہ دے۔ آمین

جن دس بابوں پر یہ کتاب مرتب ہے ان کی فہرست یہ ہے: پہلا باب محتضر کے احکام میں۔ دوسرا باب غسل میت کے بیان میں تیسرا باب کفن کے بیان میں چوتھا باب جنازہ اٹھانے اور اس کے ساتھ چلنے کے بیان میں۔ پانچواں باب نماز جنازہ کے بیان میں۔ چھٹا باب قبر اور دفن کے بیان میں۔ ساتواں باب اہل میت کے یہاں کھانا بھیجنے کے بیان میں۔ آٹھواں باب تعزیت کے بیان میں۔ نواں باب زیارت قبور کے بیان میں دسواں باب ثواب رسانی کے بیان میں۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

محتضر کے احکام میں

جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو سنّت ہے کہ اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کردیں[۲] یعنی داہنی کروٹ پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو، اور اگر کسی وجہ سے اس طرح نہ لٹا سکیں تو چیت لٹائیں، اس طرح پر کہ اس کے پیر قبلہ کی طرف ہوں، اور سر کے نیچے تکیہ یا کوئی اور چیز رکھ کر اُونچا کردیں کہ منہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس طرح لٹانے میں بھی سنت ادا ہو جائے گی، اگر قبلہ کی طرف متوجہ کرنے میں مریض کو تکلیف ہو تو جس حالت پر ہو اسی حالت پر اس کو چھوڑ دیں۔

اس کو کلمۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کریں، یعنی اس کے پاس بیٹھ کر یہ کلمہ باواز بلند کہیں کہ وہ سنے اور یہ کلمہ اس کو یاد آجائے اور اس کو کہے، اگر ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ کہیں، لگاتار دیر تک نہ کہتے رہیں، اور نہ چلا کر شور و غل کے ساتھ کہیں کیونکہ مریض پر جان کنی

سلہ جو شخص مرنے کے قریب ہو اس کو محتضر کہتے ہیں ۱۲ سلہ عن ابی قتادۃ ان البراء بن معرور
اوصی ان یوجہ للقبلۃ اذا احتضر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصاب الفطرۃ رد
البیہقی والحاکم کذا فی النیل ص ۲۲ ج ۴ مصری۔ وقال الحافظ فی الدرایۃ ص ۱۴۰
اخرجہ الحاکم وقال صحیح ۱۲ سلہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیت مضجعک
فتوضأ وضوءک للصلوۃ ثم اضطجع علی شقک الایمن وقل اللّٰھم انی اسلمت
نفسی الحدیث وفی آخرہ فان مت من لیلتک فانت علی الفطرۃ، بخاری ص ۹۳۴
ج ۲۔ مسلم ص ۳۴۸ ج ۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وقت نہایت نازک ہوتا ہے، ایسا نہ ہو کہ آزردہ خاطر ہو کر کہیں زبان سے کوئی نا ملائم بات نکالے یا اس کے دل کو اس سے نفرت ہو۔

مریض جب ایک بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو پھر تلقین کی ضرورت نہیں، ہاں اس کلمہ کے بعد کوئی دوسری بات بولے تو پھر تلقین کرنا چاہیے، کہ وہ اس کلمہ کو پھر کہے اور اس کا آخری کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ ہو۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا[1]

اور حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بندہ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہا، پھر اسی پر مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا[2]۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جب قریب المرگ ہوئے تو ایک شخص ان کو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرنے لگا، اور اس کلمہ کو بار بار کہنے لگا، عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ جب میں اس کلمہ کو ایک بار کہہ لوں تو میں اسی پر ہوں جب تک کہ میں کوئی اور بات نہ بولوں[3]۔ امام ترمذی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک کی مراد وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

یہاں مجھے ابوزرعہ محدث کا قصہ یاد آگیا، حافظ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ جب ابو زرعہ قریب المرگ ہوئے تو لوگوں نے ان کو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرنی چاہی، اور با ہم حضرت معاذؓ کی حدیث کا تذکرہ کرنے لگے جو ابھی اوپر مذکور ہو چکی ہے، پس ابوزرعہؒ نے حضرت معاذؓ کی حدیث کو مع الاسناد پڑھنا اور سنانا شروع کیا، جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ پر پہنچے اور اس کلمہ کو زبان سے کہہ چکے، بس اسی وقت ان کی روح قبض ہو گئی، سبحان اللہ کیسی اچھی موت

---

[1] ابوداؤد، ص ۸۸، ج ۲ و صل [2] مسلم ص ۶۶، ج ۱ [3] ترمذی، ص ۱۶۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہے، اور کیسا اچھا خاتمہ ہوا۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُسْنَ الْخَاتِمَۃِ وَاجْعَلْ اٰخِرَ کَلَامِنَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ آمین جان کنی کے وقت مریض کے پاس سورہ یسین پڑھنے کا بھی حکم ہے جب روح قبض ہو جائے تو آنکھیں بند کر دی جائیں اور ہاتھ پیر سیدھے کر دیے جائیں اور تمام بدن کپڑے سے ڈھانک دیا جائے، اور میت کے لیے اور اپنے لیے دُعا و استغفار کریں اور کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کیونکہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہؓ پر داخل ہوئے، اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں، تو آپ نے ان کو بند کر دیا، پس ان کے گھر کے بعض لوگ رونے چلانے لگے، آپ نے فرمایا اپنی جانوں کے واسطے بجز نیک دعا کے بددعا نہ کرو، اس واسطے کہ جو تم لوگ کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں، پھر آپ نے ابو سلمہؓ کے لیے یوں دعا کی، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَنَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ یعنی اے اللہ تو ابو سلمہ کو بخش دے اور ہدایت والوں میں اس کا درجہ بلند کر اور اس کے پسماندوں میں اس کا خلیفہ بن یعنی ان کا محافظ و نگہبان رہ اور ہم لوگوں کی اور اس کی مغفرت کر یا رب العالمین اور اس کے واسطے اس کی قبر میں کشادگی کر اور اس کے واسطے اس کی قبر میں روشنی کر۔ پس روح قبض ہو جانے کے بعد اہل میت کو یہ دعا پڑھنی چاہیے اور بجائے ابی سلمہ کے اپنے میت کا نام لینا چاہیے، مثلاً میت کا نام عبد اللہ ہے تو یوں کہنا چاہیے، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰہِ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ الخ۔

موت کے صدمہ کے وقت صبر کرنا چاہیے، اور یہ دعا پڑھنی چاہیے[2] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ

---

[1] بخاری و مسلم [2] بخاری و مسلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے[1]۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب دمیرے شوہر اوّل، ابو سلمہ رض نے وفات پائی تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ ابو سلمہؓ سے بہتر کون مسلمان ہوگا، یہ اس خاندان کے پہلے شخص تھے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہلے ہجرت کی تھی، پھر میں نے اس دعا کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلہ میں ان سے بہتر شخص دیعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مجھ کو عطا فرمایا[2]۔ جو لوگ مصیبت کے وقت صبر کرتے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ یعنی خوشخبری دیدے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بخششیں اور ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو راہ پائے ہوئے ہیں۔

میت پر نوحہ کرنا اور زور سے رونا بڑا گناہ ہے۔ آہستہ آہستہ رونا اور آنسو بہانا منع نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت والوں کے نوحہ کرنے اور زور سے رونے کی وجہ سے میت پر عذاب کیا جاتا ہے[3]۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس شخص سے بیزار ہوں جو مصیبت کے وقت سر منڈائے اور چلا کر روئے اور کپڑوں کو پھاڑے[4]"۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے وہ نہیں جو اپنے گالوں کو پیٹے اور گریبان کو پھاڑے، اور جاہلیت کی پکار پکارے[5]"۔ یعنی رونے کے وقت زبان سے ایسی باتیں نکالے، جو جاہلیت کے زمانہ میں کافر لوگ کہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صدمۂ موت کے

---

[1] مسلم [2] مسلم [3] بخاری ومسلم [4] بخاری ومسلم [5] بخاری ومسلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت صبر جمیل کی توفیق بخشے اور بے صبری کے تمام کاموں سے بچائے۔

فوائد متفرقہ

فائدہ: تلقین کی حدیث سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ تلقین کے وقت فقط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا چاہیے، مگر حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے مراد شہادت کے دونوں کلمے ہیں یعنی، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، دونوں کلموں کی تلقین کرنا چاہیئے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔

فائدہ: مرنے کے وقت ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن یعنی نیک گمان رکھنا چاہیئے، یعنی اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور اس کے کرم عام پر نظر کرکے یہ امید اور گمان رکھنا چاہیے کہ وہ میرے گناہوں کو بخشے گا اور مجھ کو جنت میں داخل کرے گا، اور اپنے گناہوں پر نظر کرکے اللہ تعالیٰ پر ہرگز بدگمان نہیں رکھنا چاہیے، یعنی ہرگز یہ گمان نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ میری مغفرت نہیں کرے گا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ [۱]۔ یعنی میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں، یعنی میرے ساتھ جیسا گمان نیک یا بد رکھے گا، میں اس کے ویسے ہی گمان کے نزدیک ہوں، اور اس کے اسی گمان نیک یا بد کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کروں گا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں میں سے ہر ایک شخص کو بس اسی حالت میں مرنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے [۲]۔ ہاں اپنے گناہوں سے نڈر بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان شخص کے پاس

---

[۱] بخاری و مسلم [۲] مسلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لے گئے اور وہ جان کنی کی حالت میں تھا، پس آپ نے فرمایا تو اپنے کو کیسا پاتا ہے؟ اس نے کہا، میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں، آپ نے فرمایا، ایسے وقت میں جس بندہ کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے اور بے خوف کرتا ہے اس چیز سے جس سے وہ ڈرتا ہے[۱]۔

فائدہ: موت کی سختی اور سکرات کی شدت کو مکروہ سمجھنا اور ناپسند کرنا نہیں چاہیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی موت کی سختی ہوتی تھی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ٹیک دیے ہوئے انتقال فرمایا۔ پس میں آپ کے بعد کسی شخص کے واسطے موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی[۲]، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی موت کی سختی دیکھنے کے بعد کسی شخص کی موت کی آسانی پر میں رشک نہیں کرتی[۳]۔

فائدہ: ناگہانی موت کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی نہیں۔ عبید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگہانی موت غضب کی پکڑ ہے[۴]، اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ناگہانی موت اچھی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ناگہانی موت مومن کے واسطے راحت ہے اور فاجر کے واسطے غضب[۵] ہے علمائے حدیث نے ان حدیثوں میں اس طرح جمع و توفیق بیان کی ہے کہ جو شخص موت سے غافل نہ ہو اور مرنے کے لیے ہر وقت تیار و مستعد و آمادہ رہتا ہو، اس کے لیے ناگہانی موت اچھی ہے اور جو شخص ایسا نہ ہو اس کے لیے اچھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ: جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کی موت بہت اچھی ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ

---

[۱] ترمذی [۲] بخاری [۳] ترمذی [۴] ابوداؤد [۵] مصنف ابن ابی شیبہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رات کو مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے بچائے گا[۱]" یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید متعدد حدیثوں[۲] سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ میرے والد مرحوم نے جمعہ ہی کے دن بعد نماز جمعہ اس دار ناپائدار سے دار البقا کو رحلت فرمائی ہے اور وہ جمعہ بھی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا جمعہ تھا، غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَرَضِیَ عَنْہُ۔ دوشنبہ کے دن کی بھی موت اچھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبہ ہی کے دن انتقال فرمایا ہے، اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت میں دوشنبہ کے دن اپنے مرنے کی تمنا ظاہر کی تھی، مگر ان کا انتقال منگل کی رات کو ہوا۔

فائدہ: قبر میں ہر ایک شخص سے سوال ہوگا، مگر چند لوگ ایسے ہیں جن سے سوال نہیں ہوگا، از انجملہ ایک شہید فی سبیل اللہ ہے، اور ایک مُرابط یعنی وہ شخص جو سرحد اسلام کی حفاظت کرے، اور ایک وہ شخص جس کی موت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو ہوئی ہو جیسا کہ اوپر ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوا ہے، حافظ ابن حجر نے بذل الماعون[۳] میں لکھا

---

[۱] ترمذی۔ [۲] قال الحافظ فی الفتح ج۲ بعد ذکر ھذا الحدیث فی اسنادہ ضعف و اخرجہ ابویعلی من حدیث انس نحوہ واسنادہ اضعف انتھی۔ وفی تنقیح الرواۃ وللحدیث عند البیھقی وابی نعیم وغیرھما طرق یشد بعضھا بعضًا انتھی۔ وفی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ ص ج۳، اخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات یوم الجمعۃ اولیلۃ الجمعۃ اجیر من عذاب القبر وجاء یوم القیامۃ وعلیہ طابع الشھداء واخرج حمید فی ترغیبہ عن ایاس بن بکیران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من مات یوم الجمعۃ کتب لہ اجر شھید ووقی فتنۃ القبر واخرج من طریق ابن جریج عن عطاء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم اومسلمۃ یموت فی یوم الجمعۃ اولیلۃ الجمعۃ الا وقی عذاب القبر و فتنۃ القبر ولقی اللہ ولا حساب علیہ وجاء یوم القیامۃ ومعہ شھود یشھدون لہ او طابع وھذا حدیث لطیف صرح فیہ بنفی الفتنۃ والعذاب معا انتھی ۱۲

[۳] یہ کتاب اب تک چھپی نہیں ہے اس کا ایک نسخہ قلمی خود حافظ ابن حجر کے ہاتھ کا (باقی برصفحہ ۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو کر مرے، اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہو گا، کیونکہ وہ نظیر شہید فی المعرکہ ہے، اور اسی طرح جو شخص طاعون میں صابراً محتسباً ٹھیرا رہے اور طاعونی مقام سے نہ بھاگے، اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہو گا، اگرچہ وہ طاعون میں مبتلا ہو کر نہ مرا ہو، کیونکہ وہ نظیر مُرابط ہے۔

فائدہ: بعض موتیں شہادت کی موتیں ہوتی ہیں، ان موتوں سے مرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید فرمایا ہے۔ جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے علاوہ شہادت کی سات[1] قسمیں ہیں، جو طاعون[2] سے مرا وہ شہید ہے، اور جو ڈوب[3] کر مر گیا وہ شہید ہے۔ اور جو ذات[4] الجنب سے مرا وہ شہید ہے، اور جو پیٹ[5] کی بیماری سے مرا وہ شہید ہے، اور جو آگ میں[6] جل کر مرا وہ شہید ہے، اور جو دیوار یا کسی اور چیز کے نیچے دب[7] کر مرا وہ شہید ہے اور جو عورت ولادت[8] کے وقت مری وہ شہید ہے[1]" اور ابن ماجہ اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ مسافر کی موت شہادت ہے، اسی طرح پر اور بھی چند موتوں کا شہادت ہونا احادیث[9] سے ثابت ہے۔ لیکن ان موتوں سے مرنے والے حکمی شہید ہیں۔ اصلی شہید اور ان حکمی شہیدوں کے درمیان احکام جنائز کے متعلق کئی باتوں کا فرق ہے، از آنجملہ ایک یہ کہ اصلی شہید بغیر غسل کے دفن کیے جاتے ہیں، اور ان حکمی شہیدوں کو غسل دینا چاہیے، اور از آنجملہ ایک یہ کہ اصلی شہید پر جنازہ کی نماز پڑھنے کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں، اسی وجہ سے اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پڑھنی چاہیے" اور ان حکمی شہیدوں پر جنازہ کی نماز بالاتفاق پڑھنی ضروری ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص کسی قریب المرگ سے یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

(بقیہ صفحہ ۱۵) لکھا ہوا بانکی پور میں خدا بخش خاں صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] موطا امام مالک، ابوداؤد، نسائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا فلاں شخص سے میرا سلام کہہ دینا تو اس میں کچھ حرج نہیں، بعض صحابہؓ نے ایسا کیا ہے۔

فائدہ: کسی مصیبت اور تکلیف پہنچنے کی وجہ سے موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں میں کوئی شخص کسی مصیبت پہنچنے کی وجہ سے ہرگز موت کی آرزو نہ کرے اگر اس کو آرزو کرنا ہی ہے تو یوں کہے "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ"[1] یعنی اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو، اور مجھ کو وفات دے جب میرے لیے وفات بہتر ہو۔

فصل

جب روح قبض ہو جائے تو فوراً تجہیز و تکفین کا سامان کرنا چاہیے، حصینؓ ابن وحوح سے روایت ہے کہ طلحہ بن براء مریض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے، پس آپ نے فرمایا کہ میرا تو بس یہی گمان ہے کہ طلحہ کی موت آ پہنچی، تو ان کے مرنے کی مجھے خبر دینا اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا، اس لیے کہ مسلمان کی لاش کو اس کے لوگوں میں روکنا مناسب و سزاوار نہیں[2]

اگر کوئی رات کو مرے اور رات ہی کو تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ہو سکے تو رات ہی کو دفن کر دیں، دن کا انتظار نہ کریں، رات کو مردے کا دفن کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات ہی کو دفن کیے گئے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رات ہی کو دفن کی گئی ہیں اور اگر رات کے وقت تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ نہ ہو سکے تو البتہ دن کا انتظار کرنا چاہیے اور جمعہ کے دن اگر نماز جمعہ کے قبل تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے فراغت ہو سکے تو قبل ہی فارغ ہو جانا چاہیے اور نماز جنازہ میں زیادہ لوگوں کے

---

[1] بخاری و مسلم [2] ابوداؤد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک ہونے کے خیال سے نماز جمعہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔

قرابت مند اور دوست و احباب کو تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لیے موت کی خبر دینا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اور صحابہؓ نے باہم ایک دوسرے کو موت کی خبر دی ہے، اور حدیث میں جو نعی کی ممانعت آئی ہے سو نعی سے مطلق موت کی خبر دینا مراد نہیں ہے، بلکہ اس طرح پر موت کی خبر دینا مراد ہے جس طرح پر زمانہ جاہلیت میں دستور تھا، حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کوئی مرتا تو کسی کو محلوں کے دروازوں پر اور بازاروں میں بھیجتے، وہ گشت کر کے با آواز بلند اس کے مرنے کی خبر کرتا" اور نہایہ جزری وغیرہ میں لکھا ہے کہ "جب کوئی شریف آدمی مرتا یا قتل کیا جاتا تو قبیلوں میں ایک سوار کو بھیجتے، جو چلا کر اس کی موت کی خبر کرتا، کہ فلاں شخص مر گیا، یا فلاں شخص کے مرنے سے عرب ہلاک ہو گیا"

پس موت کی خبر جاہلیت کے اس طریقے پر دینا ممنوع و ناجائز ہے[۱] اور مجرد یعنی محض، موت کی خبر دینا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اور صحابہؓ نے باہم ایک دوسرے کو دی ہے منع نہیں۔

---

[۱] بعض بعض مقاموں میں دستور ہے کہ میت کی تجہیز و تکفین کے بعد محلوں میں یا محلہ کی گلی کوچوں میں کوئی شخص با آواز بلند پکارتا ہے کہ فلاں شخص مر گیا، جنازہ کو چلو صاحبو، اور اس پکارنے سے اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جنازہ اٹھایا گیا۔ اب نماز جنازہ اور دفن کے واسطے چلنا چاہیے اور کثرت سے لوگ جمع ہوں۔ سو اس غرض سے اس طرح پکارنے کو بعض اہل علم نے جائز رکھا ہے، اور بعض اہل علم نے ممنوع و ناجائز بتایا ہے، اور کہا ہے کہ یہ بھی نعی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس طرح پکارنے سے احتراز کیا جائے، فقہ حنفی کی کتاب رد المحتار میں لکھا ہے کہ "اگر میت عالم یا زاہد ہو جس کو لوگ متبرک سمجھتے ہوں تو ایسی میت کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے بازاروں میں پکارنے کو بعض متاخرین نے مستحسن سمجھا ہے" میں کہتا ہوں کہ بعض متاخرین کا یہ استحسان ٹھیک نہیں کیونکہ زمانہ خیر القرون میں بڑے بڑے متبرک عالم اور زاہد گزرے ہیں۔ لیکن کسی کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے بازاروں میں پکارا نہیں گیا ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل

کوئی شخص مرگیا، اور اس نے اپنی بیوی کا دَین مہر ادا نہیں کیا، اور کچھ مال بھی نہیں چھوڑا تو اس صورت میں اُس کو بیوی اگر اپنا دَین مہر خوشی سے معاف کر دے تو بڑے ثواب کی بات ہے، اور اپنے شوہر متوفی پر بہت بڑا احسان کرنا ہے، اور اگر مال چھوڑ گیا ہے تو اس صورت میں اس کی بیوی سے خواہ مخواہ دین معاف کرانا جائز نہیں، بلکہ اس صورت میں ورثاء کو لازم ہے کہ اس کی بیوی کا دَین مہر اور دوسرے قرض خواہوں کا قرض فوراً ادا کر دیں۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ ۔ یعنی مومن کی روح اُس کے قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض اس کی طرف سے اس کا قرض نہ ادا کیا جائے[۱]

محمد بن عبداللہ بن جحش رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے، پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا، یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے[۲] نیز سعد بن اطول سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرا بھائی مرگیا اور تین سو اشرفیاں چھوڑ گیا، اور چھوٹے بچوں کو چھوڑا، تو میں نے ارادہ کیا کہ ان اشرفیوں کو ان بچوں پر خرچ کروں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا بھائی اپنے قرض کے ساتھ مقید ہے، سو تو اس کا قرض ادا کر، سعد بن اطول کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کا کل قرض ادا کر دیا[۳] ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرض دار مرے

---

[۱] ترمذی [۲] مسند احمد [۳] مسند احمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مال چھوڑ جائے تو اس کے وارثوں کو لازم ہے کہ اس کا قرض فوراً ادا کر دیں، اور اگر کسی نے مال نہیں چھوڑا ہے تو اگر قرضخواہ لوگ قرض کو معاف کر دیں یا وارث لوگ یا کوئی اور صاحب اس کا قرض اپنی طرف سے ادا کر دیں تو خود بھی بہت بڑے ثواب کے مستحق ہونگے اور میت قرضدار کو بھی قرض کی قید سے رہائی ہو جائے۔

ابوالیسر رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ —— یعنی جس شخص نے کسی محتاج قرضدار کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا[۱]۔ اور ابو قتادہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں سے اس کو نجات دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ایسے شخص کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے، جو قرضدار مرتا اور مال نہ چھوڑ جاتا، جس سے اس کا قرض ادا کیا جاتا، بلکہ صحابہؓ کو فرماتے کہ تم لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لو، پھر جب فتوحات ہوئیں اور غنیمت کے مال آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قرضدار میت کا قرض خود اپنی طرف سے ادا فرماتے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے۔

---

[۱] مسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

غسل میت کے بیان میں

شہید کے سوا ہر میت کو غسل دینا ضروری ہے، شہید کو بغیر غسل کے اس کے کپڑوں میں مع خون کے دفن کرنے کا حکم ہے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میت کو غسل دے اور چھپائے یعنی اس بات کو چھپائے جو ظاہر کرنے کے قابل نہ ہو تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں ۱؎

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میت کو غسل دے اور غسل دینے میں امانت کو ادا کرے یعنی شریعت کے مطابق غسل دے اور کوئی مکروہ نا قابل ذکر بات اس سے معلوم ہو تو اس کو ظاہر نہ کرے پس وہ شخص اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے کہ اس کی ماں نے جس دن اس کو جنا تھا۔ اور چاہیئے کہ میت کو اس کے قرابت مند غسل دیں، جو قرابت میں زیادہ قریب ہوں، بشرطیکہ ان کو غسل دینے کا طریقہ معلوم ہو، اور اگر نہ معلوم ہو تو وہ لوگ غسل دیں جو پرہیزگار اور امانت دار ہوں ۲؎۔ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے ۳؎۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینا بہت بڑے ثواب کا کام ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ میت کو اس کے قرابت مند لوگ غسل دیں جو قرابت میں زیادہ قریب ہوں، اور اگر ان کو غسل دینے کا طریقہ معلوم نہ ہو تو دوسرے لوگ غسل دیں جو دیندار اور پرہیزگار ہوں۔

۱؎ مستدرک الحاکم۔ طبرانی احمد بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے حافظ نے درایہ صفحہ ۱۳۴ میں لکھا ہے کہ اسناد اس کی قوی ہے

۲؎ مسند احمد ۳؎ نیل الاوطار۔ ص ۲ ج ۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ اپنے موطا (ص ۸۰) میں لکھتے ہیں کہ "انہوں نے اہلِ علم سے سنا کہ جب کوئی عورت مر جائے، اور وہاں عورتیں موجود نہ ہوں جو اس کو غسل دیں، اور نہ اس کا ذو محرم ہو اور نہ اس کا شوہر ہو جو اس کو غسل دے تو وہ عورت تیمم کرائی جائے۔ پس اس کا منہ اور دونوں ہتھیلیاں پاک مٹی سے مَل جائیں۔ اور جب کوئی مَرد مر جائے اور وہاں بجز عورتوں کے کوئی مرد نہ ہو تو عورتیں اس کو تیمم کرائیں"۔ اس بارے میں ایک مرسل حدیث بھی آئی ہے۔

ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب مراسیل میں مکحول سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی عورت مَرے اور مردوں کے سوا کوئی دوسری عورت نہ ہو، اور کوئی مرد مَرے اور عورتوں کے سوا کوئی دوسرا مرد نہ ہو تو اس عورت اور مرد کو تیمم کرایا جائے اور دفن کیے جائیں۔ اور وہ دونوں بجائے ایسے شخص کے ہیں جس کو پانی نہ ملے۔

ملے یہ حدیث سبل السلام ص ۱۲۱ ج ۱ میں مذکور ہے

شوہر کو جائز ہے کہ اپنی بیوی کو غسل دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَوْ مُتِّ قَبْلِي لَغَسَّلْتُكِ	یعنی اے عائشہ اگر تو مجھ سے پہلے مر جائے تو
الحدیث	میں تجھ کو غسل دیتا[1]۔

اور حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا۔ اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے اور علیؓ نے ان کو غسل دیا[2]۔ ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ شوہر کو جائز ہے کہ اپنی بیوی کو غسل دے۔ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور جمہور علماء[3] کا اور بیوی کو بھی جائز ہے کہ اپنے شوہر کو غسل دے

---

[1] مسند احمد وابن ماجہ وصحیح ابن حبان۔ بلوغ المرام [2] دارقطنی۔ شافعی اور بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور اسناد اس کی حسن ہے۔ نیل ص ۲۵۰، ج ۳۔ آثار السنن ص ۱۱۸۔ ج ۲ [3] فقہائے حنفیہ کہتے ہیں کہ شوہر کو جائز نہیں کہ اپنی بیوی کو غسل دے یا اس کو چھوئے، اور یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ بیوی کے مرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور شوہر، شوہر باقی نہیں رہتا ہے۔ بلکہ اجنبی ہو جاتا ہے مگر اس حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ تھے۔ اور حضرت عثمان اور حضرت علی جیسے قرابت مند بھی مستثنیٰ تھے (باقی بر صفحہ ۲۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بیوی نے غسل دیا تھا، فقہائے حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے کہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میت کو غسل دے اس کو غسل کرنا چاہیے، اور جو میّت کو اُٹھائے اس کو وضو کرنا چاہیئے،[۱] اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موت سے ہر سبب اور نسب ٹوٹ جاتا ہے مگر میرا سبب اور نسب۔ پس اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا تھا کہ "تو اگر مجھ سے پہلے مرتی تو میں تجھ کو غسل دیتا اور اسی وجہ سے حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا"۔ میں کہتا ہوں کہ فقہائے حنفیہ کی یہ دلیل صحیح نہیں خود فقہائے حنفیہ نے اس کو مخدوش کر دیا ہے۔ علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں صفحہ ۳۷۰ ج ۱ میں لکھتے ہیں وفیہ انہ لو اعتبر ذلک لما جاز لعلی تزوج بعد موت فاطمۃ وقد ثبت انہ تزوج بنت اختہا باذن منہا بعد موتہا واما الحدیث فہو فی الآخرۃ کما ستقف علیہ وایضا فان عثمان تزوج البنت الثانیۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی۔ یعنی حنفیہ کی اس دلیل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اس کا اعتبار کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا نکاح نہیں ٹوٹا بلکہ علی حالہ باقی رہا تو حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ کے کسی محرم سے نکاح کرنا جائز نہ ہوتا حالانکہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مرنے کے بعد ان کی بھانجی سے نکاح کیا ہے۔ لیکن یہ حدیث کہ "موت سے ہر سبب اور نسب ٹوٹ جاتا ہے مگر میرا سبب اور نسب" سو یہ آخرت کے متعلق ہے اور نیز حضرت عثمانؓ نے (اپنی زوجہ رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے مرنے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی (ام کلثومؓ) سے نکاح کیا ہے۔ پھر علامہ طحاوی نے کچھ آگے چل کر یہ ثابت کیا ہے کہ حدیث مذکور آخرت سے متعلق ہے، اور علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۴۰ ج ۴ میں لکھتے ہیں وفیہ نظر لانہ لو بقیت الزوجیۃ بینہما لما تزوج علی امامۃ بنت زینب بعد موت فاطمۃ وقد مات عن حرائر۔ یعنی فقہائے حنفیہ کی اس دلیل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر حضرت علی اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان زوجیت باقی رہتی تو حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے مرنے کے بعد امامہ بنت زینب سے ہرگز نکاح نہ کرتے حالانکہ حضرت علیؓ نے چار حرہ بیویاں چھوڑ کر انتقال فرمایا تھا۔ اور ہاں یاد رہے کہ فقہائے حنفیہ جو حدیث مذکور پیش کرتے ہیں اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو علامہ طحاوی نے لکھا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بہت ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے، اس کی سند میں خارجہ بن مصعب واقع ہیں، اور یہ متروک ہیں، اور کذابین سے تدلیس کرتے ہیں، اور ابن معین نے ان کو کاذب کہا ہے دیکھو الفوائد المجموعہ صفحہ ۱۰۰ اور تقریب ۱۲۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] ابوداؤد و ترمذی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غسل دینے والے کو غسل کر لینا اور اٹھانے والے کو وضو کر لینا ضروری ہے۔ مگر اور روایتوں[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ضروری نہیں ہے بلکہ استحبابی ہے یعنی غسل دینے والا غسل کرلے تو بہتر ہے اور اگر غسل نہ کرے تو کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح میت کا اٹھانے والا اگر پھر سے وضو کرے تو بہتر ہے۔ اور اگر پھر سے وضو نہ کرے کچھ حرج نہیں۔ فقہائے[2] حنفیہ کے نزدیک بھی غسل دینے والے کو غسل کر لینا مستحب ہے۔

---

[1] وہ روایات یہ ہیں۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میت کو غسل دو تو اس کے غسل دینے سے تم پر غسل نہیں ہے بیشک تمہاری میت پاک مرتی ہے، نجس نہیں ہے پس تم کو کافی ہے کہ اپنے ہاتھوں کو دھولو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے، حافظ ابن حجر تلخیص صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے پھر لکھتے ہیں کہ اس حدیث اور ابوہریرہؓ کی حدیث میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ ابوہریرہؓ کی حدیث میں غسل کرنے کا حکم استحبابی ہے یا غسل کرنے سے مراد ہاتھوں کو دھو لینا ہے۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ میت کو غسل دیتے تھے پس ہم لوگوں میں سے بعض لوگ غسل کرتے تھے اور بعض لوگ غسل نہیں کرتے تھے، روایت کیا اس کو خطیب نے۔ حافظ تلخیص ص ۵۰ میں لکھتے ہیں کہ "اس کی اسناد صحیح ہے، اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ابوہریرہؓ کی حدیث میں غسل کرنے کا حکم استحبابی ہے اور ان مختلف حدیثوں میں جمع و توفیق کی یہ صورت بہ نسبت اور صورتوں کے بہت اچھی ہے"۔

(۳) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن زید کے ایک بیٹے کو حنوط لگایا اور اس کو اٹھایا اور جنازے کی نماز پڑھی، اور وضو نہیں کیا۔

(۴) موطا امام مالک صفحہ ۷۷ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انتقال فرمایا تو ان کی بیوی اسماء نے ان کو غسل دیا پھر باہر نکلیں اور جتنے مہاجرین وہاں حاضر تھے ان سے پوچھا کہ یہ دن سخت جاڑے کا ہے اور میں روزہ سے ہوں کیا مجھ کو غسل کرنا ضروری ہے؟ سبھوں نے کہا کہ نہیں، علامہ شوکانی نیل الاوطار صفحہ ۲۲۰ - ج ۱ - میں لکھتے ہیں کہ "حق یہی ہے کہ ابوہریرہؓ کی حدیث میں غسل دینے والے کو غسل کرنے کا حکم استحبابی ہے" ۱۲

[2] کتب فقہ میں ہے ویندب الغسل لمن یغسل یعنی میت کو جو شخص غسل دے اس کو غسل کر لینا مستحب ہے ۱۲ (فتح القدیر ج ۱ - ص ۲۷۷ - شامی ج ۱ - ص ۹۰۰ -

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میت کے غسل دینے کا طریقہ

میت کو غسل دینے کا ارادہ کریں تو اس کا کپڑا اُتار دیں۔ مگر بدن کا جتنا حصہ زندگی کی حالت میں چھپانا ضروری ہے اس کو بے ستر نہ کریں، پھر ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر اس کا استنجا کرائیں اور بدن پر کہیں نجاست ہو تو اس کو بھی پاک کریں، پھر وضو کرائیں اور سر اور داڑھی میں بال ہوں تو خطمی سے یا کسی اور صاف کرنے والی چیز سے دھوئیں، اور اگر میت عورت ہو تو اس کے سر کی چوٹیوں کو کھول کر اس کا سر دھوئیں، پھر تین بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں، اور اخیر بار پانی میں کافور ملائیں، اگر تین بار سے زیادہ غسل دینے کی ضرورت معلوم ہو تو پانچ بار غسل دیں یا پانچ بار سے بھی زیادہ مگر طاق ہونا چاہیے، اور غسل دینے میں داہنی طرف سے شروع کریں۔ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں، اسی حالت میں رسول اللہ ہم پر داخل ہوئے اور فرمایا کہ ان کو غسل دو پانی اور بیری کے پتوں سے تین بار یا پانچ بار یا اس سے زیادہ اگر تم کو ضرورت معلوم ہو، اور اخیر غسل[ل] میں کافور ڈالو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی داہنی طرف سے اور وضو کی جگہوں سے شروع کرو[۲]

نرمی اور آہستگی سے غسل دیں اور میت سے کوئی مکروہ اور معیوب بات معلوم ہو تو اس کو چھپائیں اور کسی سے ظاہر نہ کریں، اور جس مقام میں غسل دیں وہاں پردہ کر لیں، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی

ل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے تینوں غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونے چاہئیں۔ اور تیسرے غسل میں کچھ کافور بھی ملا لینا چاہیے۔ لیکن سنن ابوداؤد میں محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ انہوں نے غسل میت کا طریقہ ام عطیہؓ سے سیکھا تھا، وہ غسل دیتے تھے پانی اور بیری کے پتوں سے دو بار اور تیسری بار پانی اور کافور سے ۱۲۔

۲ بخاری و مسلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پردہ پوشی کرے گا۔ اور نیز حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردوں کی خوبیوں کو بیان کرو، اور ان کی برائیوں کے ذکر سے باز رہو[۲]۔ علماء لکھتے ہیں کہ غسل دینے والا جب میت کی کوئی اچھی بات دیکھے، مثلاً اس کے چہرہ کا چمکنا، اور روشن ہونا یا اس سے خوشبو کا معلوم ہونا، تو بہتر ہے کہ اس کو لوگوں سے بیان کرے، اور اگر کوئی بات مکروہ دیکھے، مثلاً اس کے چہرے یا بدن کا سیاہ ہو جانا یا اس کی صورت کا بدل جانا یا اس سے بدبو معلوم ہونا تو اس کو لوگوں سے ظاہر کرنا جائز نہیں۔

فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ میت کو غسل دینے کے واسطے تخت یا چارپائی پر پہلے بائیں کروٹ لٹائیں تاکہ غسل دینے میں داہنی طرف سے شروع ہو۔ پھر غسل دیں۔ یہاں تک کہ اوپر سے نیچے تک تمام بدن کا غسل ہو جائے، یہ ایک غسل ہوا پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح غسل دیں، یہ دوسرا غسل ہوا۔ پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح غسل دیں، یہ تیسرا غسل ہوا۔

فوائد متفرقہ

فائدہ۔ جب میت کو غسل دینے کے واسطے تخت یا چارپائی پر لٹائیں تو کس رُخ پر لٹائیں؟ اس بارے میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری، علماء کی رائیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں جیسے قبر میں لٹایا جاتا ہے، اسی طرح غسل دینے کے وقت بھی لٹانا چاہیے، اور بعض کہتے ہیں اس طرح لٹایا جائے کہ اس کے پیر قبلہ کی طرف ہوں، فقیہ سرخسی حنفی کہتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ جس رخ لٹانے میں آسانی ہو اسی رخ لٹائیں۔

فائدہ۔ حنفی مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ "جس تخت پر میت کو غسل دینا ہو اس کو پہلے کسی خوشبودار چیز مثلاً اگر یا لوبان سے تین بار یا پانچ بار دھونی دے لیں"۔ لیکن یہ دھونی کا ثبوت حدیث سے نہیں ملتا ہے۔ ہاں کفن کے دھونی دینے کا ثبوت حدیث سے

---

[۱] بخاری و مسلم　[۲] ابوداؤد و ترمذی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جیسا کہ تم کو آگے معلوم ہوگا۔

فائدہ۔ اوپر حضرت ام عطیہؓ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو پانی اور بیر کے پتوں سے غسل دینا چاہیے، رہی یہ بات کہ بیر کے پتوں کو کس طریق سے استعمال کرنا چاہیے سو اس کے متعلق حدیث سے کوئی تشریح نہیں ملتی ہے۔ فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ بیر کے پتوں کو پانی میں جوش دیا جائے اور اسی جوش دیے ہوئے پانی سے میت کو غسل دیا جائے۔ اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں ڈالیں اور پانی کو خوب حرکت دیں، یہاں تک کہ گاج نکلے، پس اس گاج کو میت کے تمام بدن پر ملیں۔ پھر خالص پانی ڈالیں۔ یہ ایک غسل ہوا ملک عرب میں یہ دستور ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں پیس کر میت کو تمام بدن پر ملتے ہیں پھر خالص پانی سے بدن کو صاف کر دیتے ہیں۔

فائدہ۔ میت چونکہ منہ اور ناک سے پانی خارج نہیں کر سکتی، اس وجہ سے فقہائے حنفیہ کہتے ہیں کہ میت کو بلا مضمضہ و استنشاق کے وضو کرانا چاہیے، اور بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ میت کو مضمضہ اور استنشاق اس طرح کرایا جائے کہ انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے مسوڑوں اور ... اور لبوں کو مل دیا جائے اور ناک کے نتھنوں میں انگلی پھرائی جائے، اور بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ میت اگر جنب ہو تو اس کو مضمضہ اور استنشاق کے ساتھ وضو کرانا چاہیے، اور فقہائے شافعیہ لکھتے ہیں ... میت کو مضمضہ اور استنشاق کے ساتھ وضو کرانا چاہیے، جنب ہو ... نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ میت کو مضمضہ[1] اور استنشاق[2] کے ساتھ وضو کرانا چاہیے اور اگر مضمضہ اور استنشاق نہ ہو سکے تو وہی کیا جائے جو فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے یعنی انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے مسوڑھوں اور دانتوں اور لبوں کو مل دیا جائے اور ناک کے نتھنوں میں انگلی پھرائی جائے۔

---

[1] کلی کرانا۔ [2] ناک میں پانی ڈالنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ۔ تین بار غسل دینے کے بعد میت کی شرمگاہ سے کوئی شے خارج ہو تو اس کا دھو دینا کافی ہے یا پھر سے غسل دینا چاہیے؟ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں حسن بصری کہتے ہیں کہ دھو دینا کافی ہے، پھر سے غسل دینے کی ضرورت نہیں، اور یہی قول ہے علمائے حنفیہ کا، اور محمد بن سیرین[1] کہتے ہیں کہ تین بار غسل دیا جائے۔ اگر تین بار غسل دینے کے بعد کوئی شے خارج ہو تو پانچ بار غسل دیا جائے، اور اگر پانچ بار غسل دینے کے بعد کوئی شے خارج ہو تو سات بار غسل دیا جائے، یہ محمد بن سیرین وہ شخص ہیں۔ جو تجہیز و تکفین کے احکام و مسائل کو تمام تابعین سے زیادہ جاننے والے تھے، اور غسل دینے کا طریقہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا تھا۔

فائدہ۔ کوئی مسلمان مر جانے کے بعد نجس و ناپاک نہیں ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو نجس مت کہو، کیونکہ مومن نجس نہیں نہ زندگی کی حالت میں اور نہ مرنے کے بعد، روایت کیا اس کو سعید بن منصور نے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے، اور یہ اثر مرفوعاً بھی روایت کیا گیا ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

---

[1] ابن سیرین کے قول کی تائید ام عطیہ کی حدیث سے ہوتی ہے جو صفحہ ۲۵ میں گزر چکی ہے ۱۲ مصحح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

کفن کے بیان میں

میت نے اگر کچھ مال[1] چھوڑا ہے تو پہلے اس سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی اگر اس قدر مال چھوڑا ہے کہ اس سے کفن مسنون ہو سکتا ہے تو کفن مسنون ہی دینا چاہیے۔ یعنی میت مرد ہو تو تین کپڑے اور عورت ہو تو پانچ کپڑے، اور اگر اس قدر مال نہیں چھوڑا ہے تو تین اور پانچ کی کوئی قید نہیں دو کپڑے ہو سکیں تو دو ہی کافی ہیں، ایک ہو سکے تو ایک ہی کافی ہے بلکہ ضرورت کے وقت ایک ایسے کپڑے میں بھی کفنانا جائز ہے جو اس قدر لمبا نہ ہو کہ میت کے پورے قد کو چھپائے، ایسی صورت میں سر کی طرف کفنانا چاہیے اور پیروں کی طرف اِذخر[2] سے یا کسی اور گھاس سے چھپا دینا چاہیے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کے دن حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے تو ان کے کفن کے واسطے کوئی کپڑا نہیں ملا، مگر ایک ایسی چادر تھی کہ اس سے ہم لوگ ان کا سر چھپاتے تو پیر کھل جاتے اور پیر چھپاتے تو سر کھل جاتا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ اُن کا سر چھپائیں اور پیروں پر اذخر ڈال دیں[3]۔ حضرت حمزہ بھی اسی طرح ایک ناکافی کپڑے میں کفنائے گئے تھے کہ سر کی طرف کفن تھا اور پیر اذخر سے چھپا دیے گئے تھے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ

---

[1] فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ اگر میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا ہے تو اس کی تجہیز و تکفین اس شخص پر واجب ہے جس پر اس کا خرچ حالت حیات میں واجب تھا، اور اگر وہ شخص بھی نہ ہو یا اس کو تجہیز و تکفین کی استطاعت نہ ہو تو اس کی تجہیز و تکفین بیت المال سے ہوگی اور اگر بیت المال منتظم نہ ہو تو اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں پر ہے۔ (شریفیہ و در مختار وغیرہ) ۱۲

[2] اِذخر ایک خوشبودار گھاس کا نام ہے جو عرب میں ہوتی ہے ۱۲

[3] بخاری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے پہنو، کیونکہ وہ تمہارے بہترین کپڑوں سے ہیں، اور ان میں اپنے مُردوں کو کفناؤ[1]۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن سفید ہونا بہتر ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے[2]۔ اچھے کفن سے مطلب یہ ہے کہ عدد اور طول و عرض میں کامل اور سنت کے مطابق ہو اور قیمت میں اوسط درجہ کا ہو، اور پاک و صاف اور ساتر ہو، اچھے کفن سے یہ مطلب نہیں ہے کہ بیش قیمت ہو کیونکہ بیش قیمت کفن دینے سے ممانعت آئی ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کفن میں حد سے نہ بڑھو (یعنی بیش قیمت کفن نہ دو) اس واسطے کہ وہ بہت جلد چھین لیا جائے گا[3] (یعنی گل سڑ جائے گا) کفن کے واسطے نیا کپڑا ہونا ضروری نہیں ہے، پرانے اور مستعمل کپڑے میں بھی مُردوں کو کفنانا جائز و درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے کفن میں اپنا مستعمل تہبند دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مرنے کے وقت اپنے اس کپڑے کی طرف اشارہ کر کے جس کو وہ پہنے ہوئے تھے فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور دو نئے کپڑے لے لینا، اور مجھے ان ہی پرانے اور نئے کپڑوں میں کفنانا، حضرت عائشہؓ نے کہا، آپ کا یہ کپڑا تو پرانا ہے، آپ نے فرمایا بہ نسبت مردے کے زندہ نئے کپڑے کا زیادہ مستحق ہے[4]۔

اپنی زندگی میں اپنے واسطے کفن تیار رکھنا جائز ہے، بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ایک اچھی چادر پہن کر باہر تشریف لائے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ چادر مجھے عنایت فرمایئے، لوگوں نے اُس سے کہا تم نے اچھا نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خواہش و رغبت سے پہنا تھا۔ اور تم کو معلوم

---

[1] ابوداود، ابن ماجہ، ترمذی اور امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

[2] مسلم۔ [3] ابوداود۔ [4] بخاری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے، اس شخص نے کہا میں نے اس کو پہننے کے واسطے نہیں مانگا ہے بلکہ میں نے اس کو اپنے کفن کے واسطے مانگا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مرنے کے وقت صوف کا ایک پرانا جُبّہ نکلوایا اور لوگوں سے کہا مجھے اسی پرانے جُبّہ میں کفنانا، جنگ بدر کے روز اسی جُبّہ کو پہن کر میں نے جہاد کیا تھا، اور اپنے کفن کے واسطے میں نے اس کو چھپا رکھا تھا۔[1]

اب مردوں اور عورتوں کے کفن مسنون کا بیان علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے،

فصل مردوں کے کفن مسنون کا بیان

مردوں کے واسطے کفن مسنون تین کپڑے ہیں، اور وہ تین لفافے ہیں، یعنی تین چادریں جو اس قدر لمبی اور چوڑی ہوں جن میں میت کو خوب اچھی طرح پر لپیٹ سکیں اور سر سے قدم تک بخوبی چھپ جائے، بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

کُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کپڑوں میں کفنائے
فِیْ ثَلٰثَۃِ اَثْوَابٍ بِیْضٍ سَحُوْلِیَّۃٍ مِنْ	گئے جو سفید تھے اور مقام سحول کے بنے ہوئے
کُرْسُفٍ لَیْسَ فِیْہَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَۃٌ	اور سوتی تھے جن میں نہ کرتا تھا نہ عمامہ۔

جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں، ان تمام روایتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت زیادہ صحیح ہے، اور اکثر اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہم کا اسی پر عمل ہے اور مردوں کو کرتا اور ازار اور لفافہ میں بھی کفنانا ثابت ہے، موطا امام مالکؒ اور موطا امام محمدؒ میں ہے: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّہٗ قَالَ اَلْمَیِّتُ یُقَمَّصُ وَیُؤَزَّرُ وَیُلَفُّ بِالثَّوْبِ الثَّالِثِ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص نے فرمایا کہ میت کو کرتا پہنایا جائے اور تہبند سے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۹ ج ۱-۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کپڑے میں لپیٹا جائے، بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن اُبی کا جب انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنا کرتا مجھے عنایت فرمایئے، میں اس لپنے باپ کو کفناؤں گا، آپ نے اُن کو اپنا کرتا دے دیا۔

رہی یہ بات کہ مردوں کو تین لفافے میں کفنانا افضل ہے یا کُرتے اور ازار اور لفافے میں؟ پس واضح ہو کہ مردوں کو تین لفافے میں کفنانا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین لفافے ہی میں کفنائے گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم صحابہؓ وغیرہم کا اسی پر عمل ہے۔ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی مردوں کو تین لفافہ ہی میں کفنانا افضل[1] ہے۔

اگر میت کو کرتے اور ازار اور لفافہ میں کفنانا ہو تو کرتے اور ازار کا طول کتنا ہونا چاہیے؟ سو واضح ہو کہ عامہ فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ میت کا کُرتا گردن سے قدم تک ہونا چاہیے لیکن مولانا ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالابد منہ میں لکھتے ہیں "مرد راسہ پارچہ مسنون است بقول ابی حنیفہؒ یکے کفنی تا نصف ساق ودو چادر از سر تا قدم" یعنی مرد کے لیے تین کپڑے مسنون ہیں بقول امام ابو حنیفہؒ ایک کفنی نصف ساق تک اور دو چادریں سر سے قدم تک۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ میت اگر مرد ہے تو اس کا کُرتا نصف ساق تک ہونا چاہیے[2]

---

[1] حنفیہ کے نزدیک مردوں کا کُرتا اور ازار اور لفافہ میں کفنانا افضل ہے، ملا علی قاری نے مرقاۃ صفحہ ۴۴-ج ۲ میں بحوالہ مواہب لکھا ہے قال مالك والشافعي واحمد يستحب ان تكون الثلاث لفائف ليس فيها قميص ولا عمامة وقال الحنفية الاثواب الثلاثة ازار وقميص ولفافة۔ انتهى

[2] رہی یہ بات کہ میت کا کرتا کیسا ہونا چاہیے، سو فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ بلا کلی اور بلا آستین کے ہونا چاہیے اور مکفف اور مزرر نہیں ہونا چاہیے، یعنی اس کے کنارے سلے ہوئے نہ ہوں اور نہ اس میں گھنڈی و تکمہ ہو اور محمد بن سیرین تابعی کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ میت کا کُرتا زندہ کے کرتے کے مثل مکفف اور مزرر ہونا چاہیے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں، وفي الخلافيات للبيهقي من ابن عون قول كان محمد بن سيرين يستحب ان يكون قميص الميت كقميص الحي مكففا مزررا یعنی محمد بن سیرین اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ میت کا کرتہ زندہ کے کرتے کی طرح مکفف ومزرر ہونا چاہیے، اور (باقی بر صفحہ ۳۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور میت کے ازار کے متعلق فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ سر سے قدم تک ہونا چاہیے، اور میت کو اس میں لپیٹنا چاہیے، اور زندہ کے ازار کی طرح میت کی ازار کو کمر سے باندھنا نہیں چاہیے۔ امام محمد موطا میں لکھتے ہیں اَلْاِزَارُ یُجْعَلُ لِفَافَۃً اَحَبُّ اِلَیْنَا مِنْ اَنْ یُؤَتَّزَرَ (یعنی ہمارے نزدیک میت کی ازار کو ازار بنانے سے اس کا لفافہ بنانا بہتر ہے، مطلب یہ ہے کہ میت کی ازار کو زندہ کی ازار کی طرح کمر سے باندھنے سے بہتر ہے کہ اس کو لفافہ بنایا جائے اور اس میں میت کو لپیٹا جائے۔ میت کو سلے ہوئے کرتے میں بھی کفنانا درست ہے[۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کے کفنانے کے لیے اپنا کرتا دے دیا تھا، جیساکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) محمد بن سیرین وہ شخص ہیں جن کی نسبت حافظ ابن حجر اور علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کان ابن سیرین اعلم التابعین بعمل الموتی۔ یعنی میت کے احکام تجہیز و تکفین کو محمد بن سیرین تمام تابعین سے زیادہ جانتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ میت کا کرتا اگر مکفف و مزرر ہو تو وہ بھی جائز و درست ہے کیونکہ اس کی ممانعت حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عبداللہ بن اُبی کے کفنانے کو دیا تھا جو مکفف و مزرر تھا، اور اگر مکفف نہ ہو تو بھی جائز ہے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر صفحہ ۸۰۲ ج ا میں لکھا ہے کہ زندہ کی ازار اور میت کی ازار میں فرق کرنے کی کوئی وجہ حدیث سے میں نہیں جانتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مُحرِم کے بارے میں جو مر گیا تھا فرمایا کہ "اُس کو اُس کے دونوں کپڑوں میں کفناؤ" اور اس محرم کے دو کپڑے وہی احرام کے دو کپڑے چادر اور ازار تھی اور یہ معلوم ہے کہ اس کی وہ ازار کمر سے تھی اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازار ان عورتوں کو دی تھی جنھوں نے آپ کی بیٹی کو غسل دیا تھا اس سے بھی ظاہر ہے، کہ میت کی ازار زندہ کی ازار کی طرح کمر سے ہونی چاہیے، پس میت اگر مرد ہے تو اس کی ازار بھی اسی طرح کمر سے ہونی واجب ہے، کیونکہ عورت اور مرد کی ازار میں اس بارے میں کچھ فرق نہیں ہے انتھی کلامہ مترجما۔ علامہ طحاوی نے ابن الہمام کی اس بحث کو حاشیہ درمختار میں نقل کر کے لکھا ہے کہ "مجھے اکثر یہ بات کھٹکا کرتی تھی یہاں تک کہ میں نے اس کو ابن الہمام کے کلام میں دیکھا" فتفکر و تامل۔

[۲] بعض فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ اگر زندہ کا کرتا کفن میں دینا چاہیں تو اس کا چاک گریبان اور اس کی دونوں آستین کاٹ ڈالیں یہ سو اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر معلوم ہُوا۔ اور نسائی (مصطفی صفحہ ۲۲۴ ج ۱) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اپنے جُبّہ میں کفنایا تھا۔

اگر کوئی مُحرِم مرد حالت احرام میں مر جائے تو اُس کو غسل دے کر اُس کے احرام کے صرف دونوں کپڑوں میں کفنائیں اور اس کا سر نہ چھپائیں اور نہ اس کے بدن و کفن میں خوشبو لگائیں بخاری اور مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، پس اس کی اونٹنی نے اس کو گرا دیا اور وہ مر گیا، اور وہ شخص مُحرِم تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پانی اور بیر کے پتوں سے غسل دو اور اس کے دونوں کپڑوں میں اس کو کفناؤ، اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ، اور اس کے سر نہ چھپاؤ، اس واسطے کہ وہ قیامت کے دن لبیک پکارتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

فصل مُردوں کے کفنانے کا طریقہ

کفنانے سے پہلے مردوں کے سر اور ڈاڑھی اور کفن میں حنوط[1] لگانا چاہیے۔ اور اگر حنوط موجود نہ ہو تو عطر یا کوئی اور خوشبو استعمال کرنا چاہیے، اور کسی خوشبودار چیز مثلاً اگر یا لوبان کو جلا کر اس کے دھوئیں سے کفن کو بسانا اور دھونی دینا بھی آیا ہے، مسند احمد میں حضرت

---

[1] حنوط ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جو خاص مُردوں کے بدن اور کفن میں لگانے کے واسطے بنائی جاتی ہے، مجمع البحار اور نہایہ میں ہے الحنوط ما یخلط من الطیب لاکفان الموتی واجسامهم خاصۃ وهو یتحنط ای یستعمل الحنوط فی ثیابه عند خروجه کانه اراد به الاستعداد للموت انتهی، ہمارے ملک ہندوستان میں حنوط نہیں ملتا ہے، پس بجائے اس کے عطر استعمال کرنا چاہیے اور اگر مشک مل سکے تو اس کو بھی بجائے حنوط کے استعمال کرنا جائز ہے، سلمان فارسیؓ نے حکم کیا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے مشک لگانا (کذا فی الدرایہ صفحہ ۱۴۱)، اور حضرت علیؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے پاس جو مشک موجود ہے اسی مشک کو بجائے حنوط کے استعمال کرنا اور کہا کہ یہ مشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حنوط کا فضلہ ہے (کذا فی التلخیص صفحہ ۱۰۴ ج ۲)۔ ی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جابرؓ سے روایت[1] ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم لوگ میت کو دھونی دو تین مرتبہ دو، اور بیہقی کی روایت[2] میں ہے کہ میت کے کفن کو تین بار دھونی دو، اور سجدہ کی جگہوں پر کافور ملنا چاہیے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میت کے مواضع سجود پر (یعنی دونوں ہتھیلیوں اور ناک اور پیشانی اور دونوں زانوں اور دونوں قدم کے اگلے حصہ پر) کافور ملا جائے[3]

مرد مسل کو تین لفافہ میں کفنانا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تینوں لفافہ کو ایک دوسرے پر بچھائیں، پھر میت کو چت لٹائیں، پھر اوپر کے لفافہ کی داہنی طرف کو پہلے لپیٹیں تاکہ کفن کا لپیٹنا داہنی طرف سے شروع ہو، پھر بائیں طرف کو لپیٹیں، پھر اسی طرح نیچے کے باقی دونوں لفافوں کو لپیٹیں، اور فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ پہلے بائیں طرف کو لپیٹیں، پھر اس کے بعد داہنی طرف کو لپیٹیں تاکہ کفن کی داہنی طرف اوپر پڑے، پھر سر اور پاؤں کی طرف کفن کو گرہ دیں تاکہ کفن منتشر نہ ہونے پائے، اور جب میت کو لحد میں رکھیں تو ان دونوں گرہوں کو کھول دیں، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا مر گیا تو انہوں نے اپنے غلام کو کہا کہ اس کو لے جا کر دفن کرو، اور جب اس کو لحد میں رکھنا تو کہنا بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ پھر اس کے سر اور پیر کی گرہ کو کھول دینا[4]

اور اگر مردوں کو کرتے اور لفافے میں کفنانا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ بچھائیں پھر اس پر ازار بچھائیں، پھر میت کو پہلے کرتا پہنا کر ازار لپیٹیں پھر لفافہ لپیٹیں، پھر سر اور پیر کی طرف گرہ دے دیں، جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہوا۔

فصل عورتوں کے کفن مسنون کا بیان

عورتوں کے واسطے کفن مسنون جو پانچ کپڑے ہیں وہ یہ ہیں، تہبند اور کرتا اور خمار جس کو

---

[1] اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں (کذا فی النیل جلد ۳ صفحہ ۴۳ مصری)، ۱۲ [2] کذا فی الدرایہ صفحہ ۱۴۲-۱۲

[3] رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی کذا فی ا... اتہ ص ۱۴۱ [4] رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار ص ۲۹۲ ج ۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دامنی کہتے ہیں یعنی سر بند اور دو لفافے یعنی دو چادر، ابوداؤد میں لیلیٰ ثقفیہ رضؓ سے روایت ہے

كُنْتُ فِيمَنْ غَسَّلَ أُمَّ كُلْثُومٍ ابْنَةَ	لیلیٰ ثقفیہؓ کہتی ہیں کہ ان عورتوں میں میں بھی
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عِنْدَ وَفَاتِهَا فَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانَا	کی بیٹی حضرت ام کلثوم کو ان کی وفات کے
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	وقت غسل دیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ
الْحِقَاءَ ثُمَّ الدِّرْعَ ثُمَّ الْخِمَارَ ثُمَّ	علیہ وسلم نے پہلے ہم کو تہبند دیا، پھر کرتا
الْمِلْحَفَةَ ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي	پھر خمار، پھر ملحفہ یعنی چادر، پھر ایک
الثَّوْبِ الْآخَرِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى	دوسرے کپڑے میں لپیٹی گئیں، اور رسول
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے پاس
الْبَابِ مَعَهُ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَا ثَوْبًا	بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس کفن تھا،
ثَوْبًا۔	ایک ایک کپڑا ہم کو دیتے تھے۔

حدیث میں اس کی تصریح نہیں آئی ہے کہ عورتوں کے کفن میں جو تہبند دیا جائے وہ کتنا لمبا اور کتنا چوڑا ہونا چاہیے، لیکن یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے کفن میں اپنا تہبند[۱] اپنی کمر سے کھول کر دیا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے تہبند کا لمبان چوڑان بقدر تہبند شرعی کے ہونا چاہیے اور عورتوں کا کرتا مونڈھے سے قدم تک ہونا چاہیے، جیسا کہ زندہ عورتوں کو اتنا لمبا کرتہ پہننا مشروع و درست ہے، اور خمار یعنی سر بند کا طول اور عرض[۲] اس قدر ہونا چاہیے کہ عورت کا سر مع اس کے

---

[۱] سفر السعادت ص۱۱۲ واسفر[illegible] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کی لمبائی چار ہاتھ اور ایک بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی ۱۲

[۲] حنفی مذہب کی بعض کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ دامنی یعنی سر بند کا چوڑان ایک بالشت اور لمبان دو ہاتھ ہونا چاہیے سو یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ایک بالشت چوڑے سر بند سے سر مع بالوں کے چھپ نہیں سکتا، یہی وجہ ہے کہ مذہب حنفی کی ایک کتاب مفتاح الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک بالشت چوڑی (باقی بر صفحہ ۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالوں کے اس میں چھپ سکے۔

عورتوں کے کفنانے کا طریقہ

کفنانے سے پہلے مرد کی طرح عورت کے سجدہ کی جگہوں پر بھی کافور ملنا چاہیے، اور حنوط یا عطر استعمال کرنا چاہیے، اور عورت کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دینا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) دامنی سے عورت کا سر چھپ نہیں سکتا، پس دامنی کو بقدر ضرورت چوڑی ہونا چاہیے جس کی زیادہ سے زیادہ حد دو بالشت ہونی چاہیئے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) لے ابن حبان کی روایت میں ہے اغسلنها ثلاثا او خمسا او سبعا وجعلن لها ثلثة قرون۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان عورتوں کو جو آپ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں)، ان کو غسل دو تین بار یا پانچ بار یا سات بار اور ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بناؤ، اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے عن ام عطیة قالت قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغسلنها وترا واجعلن شعرها ضفائر یعنی ام عطیہؓ نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو غسل دو طاق، یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار اور ان کے بالوں کی چوٹیاں بناؤ، ان دونوں روایتوں کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانی چاہئیں، اور صحیح بخاری میں ام عطیہؓ کی حدیث میں ہے فضفرنا شعرها ثلثة قرون والقيناها خلفها اور ایک روایت میں ہے کہ ضفرنا شعر بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ثلثة قرون وقال وکیع عن سفیان ناصیتها وقرنیها یعنی ام عطیہ کہتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں اور ان چوٹیوں کو ان کے پیچھے ڈال دیا، پس حدیث مرفوع اور صحابیہ عورتوں کے فعل سے ثابت ہوا کہ میت عورت ہو تو اس کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دینا چاہیے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور امام احمد وغیرہما کا اور فقہائے حنفیہ کہتے ہیں کہ میت عورت ہو تو اس کے بالوں کی دو چوٹیاں بنا کر اس کے سینے پر ڈال دیے جائیں، لیکن اس کا کوئی ثبوت نظر سے نہیں گزرا نہ کسی حدیث مرفوع سے اور نہ کسی صحابہ یا صحابیہ کے قول و فعل سے، علامہ عینی حنفی اپنے مذہب کی تائید میں لکھتے ہیں "اگر تم کہو کہ ابن حبان کی حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بالوں کی تین ضفیرہ بنانے کا انکار نہیں کرتے ہیں تا کہ ہم لوگوں پر یہ حدیث حجت ہو، ہم لوگ تو بس ضفیروں کو پیچھے ڈالنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ضفیروں کو پیچھے نہیں ڈالنا چاہیے ——— بلکہ سینہ پر ڈالنا چاہیے، کیونکہ ضفیروں کو (باقی بر صفحہ ۳۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے، سر کے آگے کے بالوں کی ایک چوٹی بنائی جائے، اور سر کے دونوں جانب کے بالوں کی دو چوٹیاں بنائی جائیں۔ اور عورت کے کفن کو بھی کسی خوشبودار چیز اگر یا لوبان سے دھونی دی جائے۔

عورت کو پہلے تہبند میں لپیٹیں، اور تہبند کو زندہ کی طرح کمر سے نہ باندھیں، بلکہ بغل سے لے کر سینہ اور کمر اور ران وغیرہ بدن کے جس قدر حصہ پر لپیٹ سکیں لپیٹیں، پھر کرتا پہنائیں، پھر خمار یعنی سر بند سے اُس کے سر اور بالوں کو چھپائیں، پھر دونوں لفافہ میں لپیٹیں پھر سر اور پیر کی طرف کفن کو گرہ دیں۔

فوائد متفرقہ

فائدہ :۔ اوپر جو یہ لکھا گیا کہ تہبند کو زندہ کی طرح کمر سے نہ باندھیں، بلکہ بغل سے لیکر سینہ اور ران وغیرہ بدن کے جس حصہ پر لپیٹ سکیں لپیٹیں، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ بخاری میں حضرت ام عطیہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ غسل دے کر فارغ ہونا تو مجھے خبر کرنا پس جب ہم غسل دینے والی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے کر فارغ ہوئیں، تو آپ کو خبر دی تو آپ نے اپنی کمر سے تہبند کھول کر ہمیں دیا، اور فرمایا اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ یعنی اس تہبند میں ان کو لپیٹو کہ بدن سے متصل ہے بخاری میں بعض رُواۃ سے اس لفظ کی تفسیر بلفظ الففنها مروی ہے، یعنی ان کو اس تہبند

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) پیچھے ڈالنا زینت میں داخل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فقہائے حنفیہ دو ضفیرہ بنانے کو کہتے ہیں۔ تین ضفیر بنانے کے قائل نہیں پس ابن حبان کی حدیث مذکور بلاشبہ اُن پر حجت ہے، رہا علامہ عینی کا یہ فرمانا کہ ضفیروں کا پیچھے ڈالنا زینت میں داخل ہے" سو اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ زینت میں داخل ہے تو اس کا ممنوع و ناجائز ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو ام عطیہؓ وغیرہ صحابیہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے ضفیروں کو پیچھے نہ ڈالتیں بلکہ سینہ پر ڈالتیں اور ظاہر یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام عطیہؓ وغیرہا کے اس فعل کی اطلاع رہی ہو گی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لپیٹو وینز بخاری میں ہے وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ ۔ یعنی اسی طرح پر ابن سیرین حکم کرتے تھے کہ عورت کو تہبند میں لپیٹنا چاہیے اور زندہ کی طرح کمر سے باندھنا نہیں چاہیے علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں، أَيْ وَلَا تُجْعَلُ الشِّعَارُ عَلَيْهَا مِثْلَ الْإِزَارِ لِأَنَّ الْإِزَارَ لَا يَعُمُّ الْبَدَنَ بِخِلَافِ الشِّعَارِ انتهى حاصل اس کا یہ ہے، کہ تہبند کو زندہ کی طرح کمر میں باندھنا نہیں چاہیے کیونکہ اس طرح باندھنے سے بدن کے زیادہ حصہ کو نہیں گھیرے گا بلکہ تہبند میں عورت کو لپیٹنا چاہیے۔

فائدہ :- فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ عورتوں کے کفن کے پانچ کپڑے یہ ہیں :- کرتا[1] اور ازار[2] اور لفافہ[3] اور خمار[4] یعنی سر بند اور خرقہ[5] یعنی سینہ بند، اور لکھتے ہیں کہ سینہ بند کا چوڑان بغل سے لے کر زانو تک ہونا چاہیے، اور لمبان تین ہاتھ اور عورتوں کے کفنانے کا طریقہ اس طرح لکھتے ہیں کہ پہلے عورت کو کرتہ پہنائیں پھر سر بند سے اس کا سر چھپائیں۔ پھر ازار کو، پھر لفافہ کو لپیٹیں پھر تمام کفنوں کے اوپر سینہ بند کو لپیٹیں، اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ ازار کے اوپر اور لفافہ کے نیچے لپیٹنا چاہیے۔ مولوی عبدالحی صاحبؒ شرح وقایہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ جو بات ابوداؤد وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سینہ بند کو کرتا کے بھی نیچے ہونا چاہیے۔"

---

www.KitaboSunnat.com

---

[5] مولوی عبدالحی صاحب نے سینہ بند اور تہبند کو ایک ہی چیز سمجھا ہے۔ وھوالظاھر کما لا یخفی علی المتامل ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

جنازہ اُٹھانے اور اس کے ساتھ چلنے کے بیان میں

جنازہ کے اٹھانے میں کسی قسم کی کچھ دناءت نہیں ہے، خود حضور سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ اُٹھایا ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اور تابعین اور آئمۂ دین نے جنازہ اٹھایا ہے۔ پس جو شخص جنازہ کے اٹھانے میں دناءت سمجھے وہ بلاشبہ ضعیف الایمان ہے۔

جنازہ کے ساتھ چلنا ایک حق ہے، منجملہ ان حقوق کے جو مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے پر واجب ہیں، علاوہ اس کے جنازہ کے ساتھ چلنے میں بہت بڑا ثواب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے پر پانچ حق واجب ہیں، سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنی، جنازہ کے ساتھ چلنا۔ دعوت کا قبول کرنا۔ چھینکنے والے کا جواب دینا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے، و نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایمان کا کام سمجھ کر اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے، اور برابر اس کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اُس کے جنازہ کی نماز پڑھے۔ اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ہر قیراط اُحُد پہاڑ کے برابر ہوگا، اور جو شخص اس کے جنازے کی نماز پڑھ کر دفن سے پہلے ہی لوٹ آئے، تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا[1]۔ سبحان اللہ جنازے کے ساتھ جانے میں کتنا بڑا ثواب ہے مگر بہت سے مسلمان اپنی غفلت کی وجہ سے اتنے بڑے ثواب سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں۔

[1] بخاری و مسلم ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنازہ کے ساتھ جانے والوں کو جنازہ کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف چلنا جائز ہے رہی یہ بات کہ افضل کیا ہے جنازہ کے آگے چلنا یا پیچھے سو اس کا بیان آگے آتا ہے۔

جنازہ کے ساتھ جانے والوں کو جنازہ سے نہ زیادہ آگے رہنا چاہیے اور نہ زیادہ پیچھے بلکہ جنازہ کے قریب قریب چلنا چاہیے، مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار جنازہ کے پیچھے چلے، اور پیدل جنازہ کے پیچھے اور آگے اور دائیں اور بائیں اُس کے قریب قریب چلے[1]۔ عبدالرحمن بن قرط صحابیؓ ایک جنازہ میں تشریف لے گئے پس دیکھا کہ کچھ لوگ جنازہ سے زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ جنازہ سے زیادہ پیچھے ہٹے ہوئے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ جنازہ کو رکھ دو اور آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہنے والوں کی طرف پتھر چلایا، یہاں تک کہ سب لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا کہ جنازہ اٹھاؤ پس جنازہ اٹھایا گیا۔ پھر فرمایا کہ جنازہ کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہو کر چلو[2]۔

جنازہ کے ساتھ کسی سواری پر سوار ہو کر جانا جائز ہے، مگر اولیٰ و افضل یہ ہے کہ بلا کسی عذر کے سوار ہو کر نہ جائے، اور سوار ہو کر جنازہ سے واپس ہونا بلا کراہت جائز ہے، جنازہ کے ساتھ ہو کر چلنے کا اتفاق ہو تو جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیے۔ سوار ہو کر جنازہ کے آگے یا دائیں بائیں نہیں چلنا چاہیے۔

جنازہ کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کی چارپائی کے چاروں کنارہ کو چار شخص کندھے پر اٹھائیں، ابن ماجہ میں حضرت ابن مسعود سے روایت[3] ہے کہ انہوں نے کہا جو شخص جنازہ کے ساتھ چلے، تو اس کو چاہیے کہ چارپائی کے چاروں جانب کو اٹھائے کیونکہ یہ سنت ہے پھر اگر چاہے ثواب حاصل کرے اور اگر چاہے چھوڑ دے۔ اور ترمذی ص ۱۷۵ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، جو شخص جنازہ کے ساتھ چلا

---

[1] ابوداؤد ۱۲ [2] رواہ سعید بن منصور ۱۲

[3] اس مضمون کی اور بھی روایتیں آئی ہیں ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کو تین بار اٹھایا تو جو اس کے ذمہ تھا اس کو پورا کیا، اس حدیث کو عبدالرزاق نے اس طرح روایت کیا ہے کہ جس شخص نے جنازہ کو اس کے چاروں طرف سے اٹھایا، تو اُس نے پورا کیا جو اُس کے ذمہ تھا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو کم از کم ایک ایک بار چاروں طرف سے اٹھانا چاہیے، علمائے دین لکھتے ہیں کہ جنازہ کو اُس کے چاروں طرف سے اٹھانے کی صورت[1] یہ ہے، کہ پہلے جنازہ کے سر کے داہنے طرف کو اپنے داہنے کندھے پر اٹھائے اور کچھ دور لے چلے، پھر پائتانہ کے داہنے طرف کو اپنے داہنے کندھے پر اٹھائے، اور کچھ دور لے چلے پھر جنازہ کے سر کے بائیں طرف کو اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے اور کچھ دور لے چلے، پھر پائتانہ کے بائیں طرف کو اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے اور کچھ دور لے چلے۔

جنازہ کو سرعت اور تیزی کے ساتھ لے چلنے کا حکم ہے، بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازہ کو تیزی کے ساتھ لے چلو۔

جنازہ کے ساتھ عورتوں کو جانا جائز نہیں ہے، حضرت انس سے روایت[2] ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے، تو آپ نے عورتوں کو دیکھ کر ان سے پوچھا، کیا تم جنازہ کو اٹھاؤ گی، انھوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیا تم دفن کرو گی، انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا سو تم لوٹ جاؤ گنہگار ہو کر[3]

جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا نہیں چاہیے، یہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اور جس جنازہ کے

---

[1] قال محمد بن الحسن فی الکتاب الآثار و صفته ان یبدو الرجل فیضع یمین المیت المقدم علی یمینه ثم یضع یمین المیت المؤخر علی یمینه ثم یعود الی المقدم الایسر فیضعه علی یساره و هذا قول ابی حنیفة رضی الله عنه انتهی ۱۲۔

[2] اس روایت کو حافظ نے فتح الباری صفحہ ۱۷۹ ج ۱ میں ذکر کیا ہے ۱۲

[3] رواہ ابو یعلیٰ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نوحہ کرنے والی عورت ہو، اس کے ساتھ جانا نہیں چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰؓ جب مرنے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ میرے ساتھ انگیٹھی نہ لے جانا، لوگوں نے کہا کیا آپ نے اس بارے میں کچھ سنا ہے، انہوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے[1]۔

اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا جس کے ساتھ چلانے والی یعنی نوحہ کرنے والی عورت ہو[2]۔

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے مرنے کے وقت اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازہ کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت نہ جائے، اور نہ میرے جنازہ کے ساتھ آگ جائے[3]۔

جو لوگ جنازہ کے ساتھ جائیں ان لوگوں کو چاہیے کہ جب تک جنازہ کندھے پر سے زمین پر نہ رکھا جائے تب تک نہ بیٹھیں[4]۔ ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ کے ساتھ چلو تو نہ بیٹھو، یہاں تک کہ جنازہ رکھا جائے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔

فوائد متفرقہ

فائدہ: جنازہ کے ساتھ پیدل چلنے والوں کو جنازہ کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف چلنا جائز ہے، لیکن اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے، امام

---

[1] ابن ماجہ۔ [2] احمد و ابن ماجہ [3] مسلم

[4] یعنی کندھوں سے زمین پر رکھا جائے، جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے اور ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ لحد میں رکھا جائے۔ اور ابوداؤد نے پہلی روایت کو راجح بتایا ہے اور امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں پہلی روایت کے راجح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے۔
اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، اور امام ثوریؒ کا مذہب
یہ ہے کہ جنازہ کے آگے پیچھے ہر طرف چلنا برابر ہے، کسی طرف کو کسی طرف پر فضیلت نہیں ہے
صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے، کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب تھا۔

امام مالکؒ و امام شافعیؒ وغیرہما کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کو دیکھا کہ یہ لوگ جنازہ کے آگے چلتے تھے، روایت کیا اس کو
احمد، ابو داؤد و ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری صفحہ ۶۸۰ ج ۱
میں لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں، لیکن اس کے مرسل اور موصول ہونے
میں اختلاف ہے اور بلوغ المرام میں لکھا ہے، کہ اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے، اور
نسائی اور ایک جماعت نے اس کو ارسال کے ساتھ معلول کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ[1] کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا، کہ جنازہ کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے
افضل ہے، جیسا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے افضل ہے روایت کیا اس
کو سعید بن منصور وغیرہ نے، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری صفحہ ۶۸۰ میں لکھا ہے، کہ اس کی
اسناد حسن ہے اور یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے لیکن اثرم نے کہا ہے، کہ امام احمدؒ نے
اس کی اسناد میں کلام کیا ہے۔

امام ثوری کی دلیل یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سوار جنازہ کے پیچھے چلے اور پیدل جنازہ کے پیچھے اور آگے اور داہنے اور بائیں اس
کے نزدیک نزدیک چلے، روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور ترمذی صفحہ ۱۶۷ میں یہ حدیث
اس طرح پر ہے کہ سوار جنازہ کے پیچھے چلے اور پیدل جنازہ کے جس طرف چاہے چلے کہا

---

[1] اس دلیل کے علاوہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کی اور بھی دلیلیں ہیں، اسی طرح امام شافعیؒ کے قول کی بھی اور
دلیلیں ہیں، یہاں صرف ایک ایک دلیل لکھ دی گئی ہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حافظ نے فتح الباری صفحہ ۴۸۰ میں لکھا ہے کہ ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ تم لوگ مشایعت کرنے والے ہو سو چلو جنازہ کے آگے اور اس کے پیچھے اور اُس کے دائیں اور اُس کے بائیں روایت کیا اس کو بخاری نے تعلیقاً۔

فائدہ: ۔جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر جانے کے متعلق حدیثیں مختلف آئی ہیں، بعض حدیثوں سے اس کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔ جیسا مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث جو ابھی مذکور ہو چکی ہے، اور بعض حدیثوں سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ میں چند آدمیوں کو دیکھا کہ وہ سوار ہیں پس آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے تو اپنے قدموں پر ہیں اور تم لوگ چارپایوں کے پیٹھوں[۵۱] پر، ان مختلف حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا اولیٰ وافضل ہے، اور سوار ہو کر چلنا جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔

ہاں واضح رہے کہ سوار ہو کر جنازہ سے واپس ہونا بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ واپسی کے وقت سوار ہونیکی اجازت ثابت ہے اور کسی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں۔

فائدہ: ۔جنازہ کے ساتھ کوئی کلمہ یا کوئی دعا یا قرآن مجید با آواز بلند پڑھتے ہوئے نہیں[۵۲] چلنا چاہیے۔ کیونکہ حدیث صحیح سے اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے،

اور حضرت ابن عمرؓ سے جو اس مضمون کی ایک روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے چلتے تھے۔ اور ہم لوگ جنازہ کے ساتھ جاتے اور واپس آنے کی حالت میں آپ سے کچھ نہیں سنتے تھے مگر "لا اِلٰہ اِلا اللہ" سو یہ روایت

---

۵۱ ترمذی و ابن ماجہ ۱۲

۵۲ فقہائے حنفیہ نے بھی لکھا ہے، کہ جنازہ کے ساتھ چپ چاپ چلنا چاہیے، کوئی کلمہ یا کوئی دعا یا قرآن مجید با آواز بلند پڑھتے ہوئے نہیں چلنا چاہیئے، دیکھو درمختار وغیرہ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیف ہے۔

فائدہ :۔ عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے،

إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ۔ یعنی جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو یہاں تک کہ تم لوگوں سے آگے بڑھ جائے۔

جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانے کا یہ حکم پہلے تھا بعد کو یہ حکم منسوخ ہو گیا، مسلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے:۔

رَأَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَ قَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِي فِي الْجَنَازَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةِ مَالِكٍ وَ أَبِي دَاوُدَ قَامَ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ۔ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ

یعنی ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (جنازہ میں) کھڑے ہوئے تو ہم لوگ بھی کھڑے ہوئے اور جب آپ بیٹھے تو ہم لوگ بھی بیٹھے، روایت کیا اس کو مسلم نے اور مالک اور ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ کہ آپ جنازہ میں کھڑے ہوئے پھر بعد کو بیٹھے۔

اور مسند احمد میں یہ حدیث بایں لفظ مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَمَرَنَا بِالْجُلُوسِ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازہ کے بارے میں کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا، پھر بعد کو آپ بیٹھے اور ہم کو بیٹھنے کا حکم فرمایا

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانے کا یہ حکم منسوخ نہیں ہے۔ بلکہ یہ حکم باقی ہے، ہاں ضروری نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

نماز جنازہ کے بیان میں

نماز جنازہ کے واسطے وضو ضروری ہے، جیساکہ اور نمازوں کے لیے ضروری ہے اور جن جن صورتوں میں اور نمازوں کے واسطے تیمم کرنا جائز ہے انہی صورتوں میں نماز جنازہ کے لیے بھی تیمم کرنا جائز ہے، لیکن علمائے سلف کی ایک جماعت[1] نے نماز جنازہ کے واسطے اس حالت میں بھی تیمم کو جائز رکھا ہے۔ جب کہ وضو کرنے میں نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو، اس بارے میں ایک حدیث[2] مرفوع بھی آئی ہے، مگر وہ ضعیف ہے، ایسی حالت میں حنفی مذہب میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ جو جنازہ کا ولی نہ ہو اور جنازہ کے ولی کو تیمم کرنا جائز نہیں۔

جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھنا جائز و درست ہے، صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل اور ان کے بھائی سہیل، کے جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی ہے، اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جنازہ کی نماز بھی مسجد[3] ہی میں پڑھی گئی

---

[1] قال الحافظ فی الفتح ص۱۸۴ قد ذھب جمع من السلف الی انہ یجوز لھا التیمم لمن خاف فواتھا لو تشاغل بالوضوء وحکاہ ابن المنذر عن عطاء وسالم والزھری والنخعی وربیعۃ واللیث والکوفیین وھی روایۃ عن احمد وفیہ حدیث مرفوع عن ابن عباس رواہ ابن عدی واسنادہ ضعیف۔ انتھی۔ [2] دیکھو تخریج زیلعی ج ۱ ص ۸۲

[3] درایہ صفحہ ۱۴۴ تعلیق الممجد صفحہ ۱۶۲ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: وقد روی ابن ابی شیبۃ وغیرہ ان عمر صلی علی ابی بکر فی المسجد وان صھیبا صلی علی عمر فی المسجد زاد فی روایۃ ووضعت الجنازۃ فی المسجد تجاہ المنبر وھذا یقتضی الاجماع علی جواز ذلک۔ انتھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی عادت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ نماز جنازہ کے واسطے مسجد کے علاوہ کوئی اور جگہ مقرر کرنی چاہیئے جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی کے علاوہ ایک خاص جگہ نماز جنازہ کے واسطے مقرر تھی[1]

بعد نماز عصر اور بعد نماز فجر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، ہاں آفتاب کے طلوع ہونیکے وقت اور غروب ہونے کے وقت اور ٹھیک دوپہر کو آفتاب کے کھڑے ہونے کے وقت نماز جنازہ پڑھنا نہیں چاہیے۔

نماز جنازہ چاہے جوتی پہنے ہوئے پڑھے یا نکال کر پڑھے دونوں طرح پڑھنا جائز و درست ہے، پہنے ہوئے پڑھنا چاہے تو جوتیوں کو اُلٹ کر دیکھ لے ناپاکی لگی ہو تو زمین پر خوب رگڑ ڈالے کہ پاک وصاف ہو جائے اور نکال کر پڑھنا چاہے تو جوتیوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے، اپنے آگے اور داہنی طرف نہ رکھے، اور بائیں طرف اگر آدمی نہ ہوں تو پیچھے رکھنا بھی درست ہے، نماز جنازہ کے علاوہ اور نمازوں کو بھی جوتی پہنے ہوئے پڑھنا درست ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص مسجد میں آوے تو اپنی جوتیوں کو دیکھے اگر ان میں ناپاکی معلوم ہو تو زمین پر رگڑ ڈالے، پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی نماز پڑھے تو

---

[1] صحیح بخاری میں ہے عن عبداللہ بن عمر ان الیھود جاءوا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل منھم وامرأۃ زنیا فامرھما فرجما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد۔ اور مشکوۃ میں باب الافلاس والانظار میں ہے عن محمد بن عبداللہ بن جحش قال کنا جلوسا بفناء المسجد حیث یوضع الجنائز الحدیث۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۶۸۸ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں: دل حدیث ابن عمر المذکور علی انہ کان للجنائز مکان معد للصلوۃ علیھا فقد یستفاد منہ ان ما وقع من الصلوۃ علی بعض الجنائز فی المسجد کان لامر عارض اولبیان الجواز انتھی ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی جوتیوں کو اپنی داہنی طرف نہ رکھے اور نہ اپنی بائیں طرف رکھے۔ ہاں اگر اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو تو بائیں طرف رکھے اور چاہیے کہ اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے، اور ایک روایت میں ہے کہ یا جوتیوں کو پہن کر نماز پڑھے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے، امام طحاوی حنفی شرح معانی الآثار صفحہ ۲۹۴ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں حدیثیں متواتر آئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتی پہن کر نماز پڑھی ہے، پھر امام ممدوح نے اس بارے میں متعدد حدیثیں روایت کی ہیں، پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ "جوتی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے"

مرا ہوا لڑکا پیدا ہو تو اُس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے، اور اگر زندگی کے کچھ آثار پائے جائیں مثلاً چھینکنا یا رونا یا حرکت کرنا تو اُس پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیے، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ وہ میراث پائے اور نہ کوئی دوسرا اس سے میراث پائے یہاں تک کہ وہ آواز دے روایت کیا اس کو ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے، اور صحیح کہا اس کو ابن حبان اور حاکم نے اس بارے میں اور بھی حدیثیں آئی ہیں جو اس حدیث کی تائید کرتی ہیں۔ اس حدیث میں لڑکے کے آواز دینے سے مطلب یہ ہے کہ اس میں زندگی کی کوئی علامت پائے جائے، مثلاً چھینکنا یا رونا یا حرکت کرنا۔

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ میت اگر مرد ہو تو امام اُس کے سر کے پاس کھڑا ہو اور اگر عورت ہو تو امام اس کی کمر کے پاس کھڑا ہو، اور مقتدی لوگ اس کے پیچھے صف باندھ کے کھڑے ہوں، بہتر یہ ہے کہ تین صفیں کرلیں، پھر امام اور نمازوں کی طرح دونوں

۱ے کذا فی الدرایہ صفحہ ۱۴۴ ۱۲

۲ے ابوداؤد وغیرہ میں مالک بن ہبیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (باقی برصفحہ ۵۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں یا کانوں تک اٹھائے اور بآواز بلند کہے اَللّٰہُ اَکْبَر، پھر ہاتھوں کو باندھ لے اور دعائے ثنا پڑھے جو اور نمازوں میں پڑھی جاتی ہے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے پھر بآواز بلند کہے اَللّٰہُ اَکْبَر۔ پھر درود پڑھے جو اور نمازوں میں پڑھا جاتا ہے، پھر بآواز بلند کہے اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اور ان دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھے جو آگے لکھی جاویں گی پھر بآواز بلند کہے اَللّٰہُ اَکْبَر۔ پھر دائیں[1] اور بائیں سلام پھیرے مقتدی لوگ بھی ٹھیک اسی طرح کریں، مگر تکبیر اور سلام بآواز بلند نہ کہیں، چاروں تکبیروں میں رفع یدین کرنا کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں، ہاں حضرت[2] ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ چاروں تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

فصل

میت اگر مرد ہو تو اس کے سر کے پاس اور عورت ہو تو اس کی کمر کے پاس امام کے کھڑے ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ مسند احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ابوغالب سے روایت ہے کہ حضرت انسؓ نے ایک مرد کے جنازہ کی نماز پڑھی تو اس کے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور جب وہ جنازہ اٹھایا گیا تو ایک عورت کا جنازہ لایا گیا، پھر اس پر حضرت انسؓ نے جنازہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) نے فرمایا کہ جس میت پر تین صفوں نے نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت واجب کر لی، اور حاکم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی، ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اور حاکم نے صحیح بتایا ہے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] موطا مالک میں نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز جنازہ پڑھتے تو سلام پھیرتے، یہاں تک کہ اپنے قریب والوں کو سناتے ۱۲

[2] قال الحافظ فی الدرایہ صفحہ ۱۴۳ عن ابن عمر انہ کان یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ اخرجہ البخاری فی الجزء المفرد باسناد صحیح واخرجہ الدارقطنی مرفوعا وقال الصواب موقوف انتھی۔ وقال فی التلخیص صفحہ ۱۶۲ وقد صح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ کان یرفع یدیہ فی تکبیرات الجنازۃ رواہ سعید بن منصور۔ انتھی ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نماز پڑھی تو اس کے بیچ میں کھڑے ہوئے۔ اور ہم لوگوں میں علاء بن زیاد علوی بھی تھے، انہوں نے جب مرد اور عورت کے جنازہ میں کھڑے ہونے کا یہ فرق دیکھا تو کہا اے ابوحمزہ[1] کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد کے جنازہ میں اور عورت کے جنازہ میں کھڑے ہوتے تھے جہاں آپ کھڑے ہوئے ہیں؟ حضرت انسؓ نے کہا ہاں، اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے، صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر جنازہ کی نماز پڑھی، جو اپنے نفاس میں مر گئی تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بیچ میں کھڑے ہوئے، ان دونوں حدیثوں سے صاف طور سے ثابت ہُوا کہ میت مرد ہو تو امام کو اُس کے سر کے پاس اور عورت ہو تو اس کے بیچ میں کمر کے پاس کھڑا ہونا چاہیے۔

فصل

حنفی مذہب کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ "میت مرد ہو خواہ عورت دونوں کے جنازہ کی نماز میں امام کو اس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا چاہیئے" سو اس کا کوئی ثبوت صحیح حدیث سے نہیں ملتا ہے، امام ابوحنیفہؒ سے ایک قول حدیث انسؓ مذکور کے موافق منقول ہے کہ میت مرد ہو تو امام اس کے سر کے مقابل اور عورت ہو تو اس کے بیچ میں کمر کے مقابل کھڑا ہو، امام ابویوسفؒ کا بھی ایک قول ہے، امام طحاویؒ حنفی نے شرح معانی الآثار صفحہ ۲۸۴ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی کو بہتر بتایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَحَبُّ اِلَيْنَا لِمَا قَدْ شَدَّهٗ الْاٰثَارُ الَّتِيْ رَوَيْنَاهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ——— یعنی کہا ابوجعفر طحاویؒ نے کہ امام ابوحنیفہؒ کا پہلا قول (جو حدیث کے موافق ہے) ہمارے نزدیک زیادہ محبوب ہے، کیونکہ اس قول کا ثبوت اُن حدیثوں سے ہوتا ہے، جن کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

---

[1] ابوحمزہ حضرت انسؓ کی کنیت ہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل

جنازہ کی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد دعا ثناء پڑھنے کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا جس نے دعا کرنے کے پہلے نہ اللہ تعالیٰ کی ثنا کی تھی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تھا۔ پس آپ نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی، روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے۔ اس حدیث سے نماز جنازہ میں دعا ثناء کا پڑھنا ثابت ہے، موطا امام مالکؒ میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ جنازہ کی نماز کیوں کر پڑھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں جنازہ کے ساتھ اس کے لوگوں کے یہاں سے چلتا ہوں۔ پس جب جنازہ رکھا جاتا ہے۔ تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوں اور اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے نبی پر درود بھیجتا ہوں۔ پھر کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ الخ حضرت ابوہریرہؓ کے اس اثر سے بھی نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دعا ثناء پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے، اور اس کا ثبوت اس سے بھی کہ نماز جنازہ نماز ہے۔ پس جیسے تمام نمازوں میں دعا ثناء پڑھی جاتی ہے نماز جنازہ میں بھی پڑھنا چاہیئے۔

فصل

پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ پڑھنے اور دوسری تکبیر میں درود اور تیسری میں دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیرنے کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ میں سنت ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر میت کے واسطے اخلاص کے ساتھ دعا کرے اور قرأت نہ کرے مگر ایک بار، پھر سلام پھیرے روایت کیا اس حدیث[1] کو اسمٰعیل قاضی نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں اور ابن الجارود نے منتقیٰ میں اور عبدالرزاق اور نسائی نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کی ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

---

[1] حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث کے راوی صحیحین کے راوی ہیں، کذا فی النیل جلد ۳ صفحہ ۶۶ مصری سنہ ۱۹۶۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہے پھر سورہ فاتحہ پڑھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر میت کے واسطے اخلاص کے ساتھ دعا کرے، اور قرأت نہ کرے، مگر پہلی تکبیر میں حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۲۹۰ ج ۱۔ میں لکھا ہے، کہ اسناد اس کی صحیح ہے، نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھنا چاہیے، نسائی میں حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے، کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں، اور آخر تکبیر کے وقت سلام پھیرا جائے۔ اسناد اس حدیث کی صحیح ہے اور یہ وہی حدیث ہے جو ابھی اوپر عبدالرزاق اور نسائی سے منقول ہوئی ہے، نسائی میں یہ حدیث اسی طرح پر ہے، اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، پس سورہ فاتحہ پڑھا اور کہا تاکہ تم لوگ جان لو کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے، اور حاکم کی روایت[۲] میں ہے کہ ابن عباسؓ نے ایک جنازہ میں الحمد جہر سے پڑھا، پھر کہا میں نے جہر سے اس لیے پڑھا ہے تاکہ تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نماز جنازہ میں الحمد پڑھنا سنت ہے، حضرت ابوامامہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ آہستہ پڑھنا چاہیے اور یہی مذہب ہے جمہور[۳] کا، اور درود[۴] کو بھی آہستہ پڑھنا چاہیے۔

---

[۱] قال الحافظ فی الفتح ج ۱ ص ۲۹۰ روی عبد الرزاق والنسائی عن ابی امامۃ بن سہل قال السنۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ان یکبر ثم یقرأ بأم القرآن ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یخلص الدعاء للمیت ولا یقرأ الا فی الاولی اسنادہ صحیح انتہی [۲] کذا فی الفتح ج ۱ ص ۲۹۰

[۳] قاضی شوکانی نیل صفحہ ۲۰ ج ۴ میں لکھتے ہیں قال بعض اصحاب الشافعی انہ یجہر باللیل کاللیلۃ وذھب الجمہور الی انہ لا یستحب الجہر فی صلوٰۃ الجنازۃ وتمسکوا بقول ابن عباس لم اقرأ ای جہرًا الا لتعلموا انہ سنۃ وبقولہ فی حدیث ابی امامۃ سرًا فی نفسہ انتہی۔

[۴] اس واسطے کہ نماز جنازہ میں درود کا جہر سے پڑھنا کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں، رہی یہ بات کہ دعا کو آہستہ پڑھنا چاہیے یا جہر سے سو اس کی نسبت قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ دعا کو آہستہ پڑھنا بھی جائز ہے اور جہر سے پڑھنا بھی جائز ہے۔ قال فی النیل قول عوف ابن مالک سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ یقول اللّٰھم اغفر لہ الخ وفی روایۃ لمسلم فحفظت من دعائہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں احادیث صحیحہ سے چار تکبیریں ثابت ہیں، اور پانچ بھی، اور بعض صحابہؓ سے پانچ سے زیادہ بھی ثابت ہیں۔ مگر اکثر عمل چار تکبیروں پر رکھنا چاہیے، ایک تو اس وجہ سے کہ چار تکبیروں کی حدیث متفق علیہ ہے اور پانچ تکبیروں کی حدیث متفق علیہ نہیں ہے۔ بلکہ فقط مسلم کی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ حضرت زید بن ارقم جنہوں نے پانچ تکبیروں کی حدیث روایت کی ہے، ان کا عمل بھی عام طور پر چار ہی تکبیروں پر تھا کبھی کبھی پانچ تکبیریں کہہ لیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ زید ابن ارقم ہم لوگوں کے جنازہ پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے، اور ایک جنازہ پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں تو میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ تیسرے اس وجہ سے کہ جمہور سلف و خلف اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہم رحمہم اللہ کا عمل چار ہی تکبیروں پر تھا، چوتھے اس وجہ سے کہ بعض ضعیف روایتوں[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز جو آخر میں پڑھی ہے، جس کے بعد پھر آپ کو نماز جنازہ پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا، اُس میں چار ہی تکبیریں تھیں، پانچویں اس وجہ سے کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سب لوگوں کو چار ہی تکبیروں پر جمع کیا تھا، فتح الباری صفحہ ۸۹ ۶ میں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) وقول واثلة فسمعته يقول اللّٰهم الرجيم ذلك يدل على ان النبي صلى الله وسلم جهر بالدعاء وهو خلاف ما صرح به جماعة من استحباب الاسرار بالدعاء وقد قيل ان جهره صلى الله عليه وسلم بالدعاء لقصد تعليمهم واخرج احمد عن جابر قال ما اباح لنا في دعاء الجنازة رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا ابوبكر ولا عمر وفسر اباح بمعنى قدر قال الحافظ والذي وقفت عليه باح بمعنى جهر والظاهر ان الجهر والاسرار بالدعاء جائزان انتهى۔ النيل ص ۶۰، ج ۴، مصری ۱۳۴۶ھ

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ان روایتوں کو حازمی نے کتاب الاعتبار صفحہ ۱۲۶ میں ذکر کیا ہے اور ان کی تضعیف کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیہقی نے بہ سند حسن روایت کیا ہے، کہ ابو وائل نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ ساتؔ اور چھؔ اور پانچؔ اور چارؔ تکبیریں کہتے تھے، پس حضرت عمرؓ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا، و نیز اسی کتاب میں اس سے پہلے کہ ابن المنذر نے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ تکبیریں چار اور پانچ تھیں، پس حضرت عمرؓ نے لوگوں کو چار پر جمع کیا، ان پانچ وجہوں کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ اکثر چار ہی تکبیروں پر عمل رکھنا چاہیے اور کبھی پانچ بھی کہہ لے تو درست ہے، کیونکہ پانچ تکبیروں کا کسی حدیث سے صریح طور پر منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

فصل

نماز جنازہ کی چار تکبیروں میں رفع یدین کرنا کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں ہے اور جو مرفوع حدیثیں اس بارے میں آئی ہیں، وہ ضعیف ہیں، ہاں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا نماز جنازہ کی چاروں تکبیروں میں رفع یدین کرنا بسند صحیح ثابت ہے، اور اس بارے میں ائمہ دین کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ کہتے ہیں، کہ فقط پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیے اور باقی تین تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے، اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ چار تکبیروں میں رفع یدین کرنا چاہیے، جامع ترمذی میں ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیے، اور یہی قول ہے ابن المبارک اور شافعی اور احمد اور اسحٰق کا اور بعض اہل علم کے نزدیک فقط پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیے اور یہی قول ہے سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا۔

نماز جنازہ کی دُعائیں

(۱) صحیح مسلم میں عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، میں نے آپ کی دُعا یاد کر لی، آپ یوں دعا فرماتے تھے:۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ	اے اللہ تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم کر اور
وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ	اس کو عافیت دے اور اس کے گناہ معاف کر
مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَ	اور اس کی مہمانی اچھی کر اور اس کی قبر کو کشادہ کر
الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ	اور اس کو پانی اور برف اور اولے سے دھو دے
مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ	اور اس کو گناہوں سے پاک کر جیسا کہ تو نے
الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا	سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کیا اور اس
خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ	کے گھر سے اچھا گھر اور اس کے گھر والوں سے
اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ	اچھے گھر والے اور اس کے جوڑے سے اچھا
وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ	جوڑا اس کے بدلے میں دے، اور اس کو جنت
عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ	میں داخل کر اور اس کو قبر کے عذاب اور آگ
النَّارِ ط	کے عذاب سے پناہ میں رکھ۔

نماز جنازہ کی تمام دعاؤں سے یہ دعا زیادہ صحیح ہے کذا فی جامع الترمذی۔

(۲)۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کی نماز پڑھتے تو یہ فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَ	اے اللہ جو ہم میں زندہ ہیں اور جو ہم میں مردہ ہیں
شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا	اور جو ہم میں حاضر ہیں اور جو ہم میں غائب ہیں اور جو
وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا۔	ہم میں چھوٹے ہیں اور جو ہم میں بڑے ہیں اور جو
اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ	ہم میں مرد ہیں اور جو ہم میں عورت ہیں ان سب کو
عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ	بخش دے اے اللہ ہم میں سے جس کو تو زندہ
مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ، اَللّٰهُمَّ	رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو مارے
لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا	اس کو ایمان پر مار، اے اللہ ہم کو اس کے ثواب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَعْدَہٗ۔[1] محروم نہ کر اور ہم کو اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(۳) حضرت واثلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے جنازہ پر ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی، پس میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سُنا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ	اے اللہ بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور
وَحَبْلِ جِوَارِکَ فَقِہٖ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ	تیری ہمسایگی کے امان میں ہے، پس تو اس کو قبر
وَعَذَابَ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ	کے فتنے اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ اور
وَالْحَقِّ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ	تو وفا اور حق والا ہے اے اللہ تو اس کو بخش دے
اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔[2]	اور اس پر رحم کر بے شک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے

واضح ہو کہ فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لینا چاہیے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ	اے اللہ تو اس کا رب ہے تو ہی نے اس کو
خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا لِلْاِسْلَامِ	پیدا کیا اور تو ہی نے اس کو اسلام کی ہدایت کی
وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَاَنْتَ	اور تو ہی نے اس کی روح کو قبض کیا اور تو ہی اس
اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَعَلَانِیَتِھَا	کے پوشیدہ اور اس کے ظاہر کو خوب جانتا ہے
جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ	ہم لوگ سفارشی ہو کر آئے ہیں، پس تو اس کو
لَھَا۔[3]	بخش دے۔

(۵) حضرت یزید بن رکانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ فرماتے:۔

---

[1] ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے ۱۲

[2] ابوداؤد، وابن ماجہ ۱۲ [3] ابوداؤد والنسائی ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ	اے اللہ بے شک یہ تیرا بندہ اور تیری لونڈی کا بیٹا
يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ	ہے گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ تیرے سوا کوئی
وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَيَشْهَدُ	معبود نہیں ہے تو اکیلا ہے، کوئی تیرا شریک نہیں
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ	ہے، اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ
اَصْبَحَ فَقِيْرًا اِلٰى رَحْمَتِكَ وَ	علیہ وسلم، تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں
اَصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ	یہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کے عذاب
تَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ	سے بے نیاز ہے، دنیا اور دنیا والوں سے علیحدہ
كَانَ زَكِيًّا فَزَكِّهٖ وَاِنْ كَانَ	ہو گیا اگر یہ پاک ہے تو اس کو پاک کر دے یعنی پاکی کا
مُخْطِئًا فَاغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ	ثواب دے، اور اگر گنہگار ہے تو اس کو بخش دے
لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا	اے اللہ اس کے ثواب سے ہم کو محروم نہ کر اور
بَعْدَهٗ۔[1]	اس کے بعد ہم کو گمراہ نہ کر۔

فوائد متفرقہ

فائدہ: ۔ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار صفحہ ۴۹ ج ۴ میں لکھا ہے کہ اگر لڑکے کا جنازہ ہو تو اس دعا کا پڑھنا مستحب ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّ	اے اللہ اس لڑکے کو ہمارے واسطے پیش رو اور
فَرَطًا وَّاَجْرًا۔	پہلے سے سامان کرنے والا اور ثواب کا ذریعہ کر دے۔

روایت کیا اس کو بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے اور اسی کے مثل روایت کیا سفیان نے اپنے جامع میں حسن سے۔

فائدہ: ۔ جنازہ کی دعائیں جن الفاظ کے ساتھ حدیث میں آئی ہیں، ان ہی الفاظ کے ساتھ

---

[1] رواہ الحاکم وقال اسنادہ صحیح ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا چاہیے، ان میں کچھ تغیر و تبدل نہیں[1] کرنا چاہیے، مرد کا جنازہ ہو خواہ عورت کا۔ لڑکے کا ہو خواہ لڑکی کا، مثلاً اللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لڑکے کے جنازہ پر پڑھنی چاہیے اور لڑکی کے جنازہ پر بھی، اور لڑکی کا جنازہ ہو تو اللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا پڑھنے کی ضرورت نہیں، اسی طرح پر جس دعا میں مذکر کی ضمیر ہے تو اس کو مذکر ہی کی ضمیر پڑھنا چاہیے، مرد کا جنازہ ہو خواہ عورت کا اور جس دعا میں مؤنث کی ضمیر ہو تو اس کو مونث ہی کی ضمیر پڑھنا چاہیے، عورت کا جنازہ ہو خواہ مرد کا۔

فائدہ:۔ نسائی میں طلحہ بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی، پس انہوں نے سورہ فاتحہ اور ایک اور سورہ جہر سے پڑھا یہاں تک کہ ہم کو سنایا پھر جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سنت ہے اور حق ہے اور ابن الجارود[2] کی منتقی میں زید بن طلحہ تیمی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے ایک جنازہ پر سورہ فاتحہ اور ایک اور سورہ پڑھا اور جہر سے قرأت کی اور فرمایا کہ میں نے بس اسی لیے جہر سے قرأت کی ہے کہ تم لوگوں کو بتا دوں کہ یہ سنت ہے، اور ابو یعلی[3] کی روایت میں بھی سورہ فاتحہ کے علاوہ ایک اور سورہ پڑھنے کا

---

[1] نیل الاوطار، ج ۴ ص ۷۰ میں ہے والظاهر انه يدعوا بهذه الالفاظ الواردة في هذه الاحاديث سواء كان الميت ذكرا او انثى ولا يحول الضمائر المذكرة الى صيغة التانيث اذا كان الميت الانثى لان مرجعها الميت وهو يقال على الذكر والانثى ۱۲

[2] اخرجه ابن الجارود في المنتقى من طريق زيد بن طلحة التيمي قال سمعت ابن عباس قرأ على جنازة فاتحة الكتاب وسورة وجهر بالقراءة وقال انما جهرت لاعلمكم انها سنة واخرجه ايضا من طريق طلحة بن عبد الله قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة فجهر حتى سمعنا الحديث كذا في عون المعبود ج ۳ ص ۱۹۱۔

[3] قال الحافظ ابن حجر في التلخيص ص ۱۶۱ [illegible] ابو يعلى في مسنده من حديث ابن عباس وزاد وسورة قال البيهقي ذكر السورة غير محفوظ انتهى ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر ہے، پس ان روایتوں سے معلوم ہوا، کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے علاوہ ایک اور سورہ بھی پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ:۔ جب کئی جنازے ایک ساتھ جمع ہوں تو ہر ایک کے لیے علیٰحدہ علیٰحدہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ سب کے لیے ایک ہی نماز پڑھنا کافی ہے۔ پس اگر مردوں اور عورتوں کے جنازے ایک ساتھ جمع ہوں تو مردوں کے جنازے کو امام کے قریب رکھیں، اور عورتوں کے جنازے کو ان کے پیچھے قبلہ کی طرف رکھیں۔ اور اگر لڑکوں اور عورتوں کے جنازے جمع ہوں تو لڑکوں کے جنازے امام کے قریب اور عورتوں کے جنازے ان کے پیچھے قبلہ کی طرف، اور اگر مردوں اور لڑکوں اور عورتوں کے جنازے ایک ساتھ جمع ہوں، تو مردوں کے جنازے امام کے قریب اور لڑکوں کے جنازے سے ان کے پیچھے قبلہ کی طرف اور عورتوں کے جنازے لڑکوں کے پیچھے قبلہ کی طرف مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ مردوں اور عورتوں پر جنازہ کی نماز مدینہ میں پڑھتے تھے، پس مردوں کو امام کے قریب کرتے اور عورتوں کو قبلہ کی طرف، اور ابوداؤد اور نسائی میں عمار مولیٰ حارث سے روایت ہے کہ ایک لڑکے اور ایک عورت کا جنازہ حاضر ہوا، تو لڑکا آگے کیا گیا لوگوں کے قریب اور عورت اس لڑکے کے پیچھے رکھی گئی، پس ان دونوں پر نماز پڑھی گئی، اور لوگوں میں ابوسعید خدریؓ اور ابن عباسؓ اور ابوقتادہؓ تھے، تو میں نے ان لوگوں سے اس کو پوچھا تو ان لوگوں نے فرمایا کہ یہ سنت ہے"۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں آئی ہیں۔

واضح ہو کہ مذہب حنفی میں بھی کئی جنازوں پر ایک نماز پڑھنا درست ہے علامہ ابن الہمام فتح القدیر صفحہ ۴۸۶، ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ معلوم کرو کہ ایک نماز جیسے ایک میت کے لیے ہوتی ہے، اسی طرح ایک نماز کئی میت کے لیے بھی ہوتی ہے، پس جب کئی جنازے جمع ہوں تو اگر چاہے ہر میت پر الگ الگ نماز پڑھے اور چاہے تو سبھوں پر ایک ہی نماز پڑھے، اور مردوں کے رکھنے میں اختیار ہے، چاہے ان کو طول میں ایک سطر کر کے رکھے، اور جو ان میں افضل ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے پاس کھڑا ہوا اور جاہیے ان کو قبلہ کی طرف ایک کے پیچھے ایک کو رکھے اور ان مُردوں کے رکھنے کی ترتیب امام کے اعتبار سے وہی ہے۔ جو حالت زندگی میں امام کے پیچھے تھی پس جو افضل ہو وہ امام کے قریب رکھا جائے، اور جو مفضول ہو امام سے دور قبلہ کی طرف رکھا جائے۔
پس جب مرد اور لڑکے کا جنازہ جمع ہو جائے تو مرد امام کی طرف اور لڑکا قبلہ کی طرف کیا جائے اور اگر دونوں کے ساتھ خنثیٰ ہو تو وہ لڑکے کے پیچھے رکھا جائے، پس امام کے قریب مردوں کی صف باندھی جائے، پھر لڑکوں کی، پھر خنثیٰ کی، پھر عورتوں کی، پھر مراہقات کی اور اگر کل مرد ہی کا جنازہ ہو تو حسن نے ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ جو اُن میں افضل اور عمر میں بڑا ہو امام کے قریب رکھا جائے، انتہیٰ کلام ابن الھمام مترجمًا۔

فائدہ:۔ فاسق اور بدکار مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیے مگر اہل علم اور مقتدا لوگ نہ پڑھیں[1]۔ بلکہ اور لوگوں کو کہہ دیں کہ وہ پڑھ لیں، زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص خیبر میں مر گیا، اور اس کے مرنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی آپ نے فرمایا کہ اس پر جنازہ کی نماز تم لوگ پڑھ لو، پس آپ کے اس فرمانے سے لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے جب آپ نے لوگوں کے چہرے کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ اس شخص نے اللہ کی راہ میں چوری کی ہے یعنی مال غنیمت سے چوری کی ہے، روایت کیا اس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے[2]، جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے کو تیر کے پھل سے قتل کر ڈالا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی، روایت کیا اس کو مسلم نے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق بدکار مسلمان کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھنا چاہیے چنانچہ یہی مذہب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور اوزاعی وغیرہما کا مگر امام مالکؒ اور شافعی اور امام ابوحنیفہ

---

[1] تاکہ لوگوں کو عبرت ہو ۱۲

[2] اس حدیث پر ابوداؤد اور منذری نے سکوت کیا ہے، اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔
کذا فی نیل الاوطار صفحہ ۵۰ ج ۴ مصری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہم کا یہ مذہب ہے کہ فاسق کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیے، اور حضرت جابرؓ کی اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بذاتہٖ نماز نہیں پڑھی تھی۔ لوگوں کی عبرت و تنبیہ کے لیے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھی تھی، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ نسائی کی روایت میں آیا ہے، کہ "لیکن میں سو اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھوں گا۔" اور فاسق کی نماز پڑھنے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، صَلُّوْا عَلٰی مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یعنی جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اس پر جنازہ کی نماز پڑھو (کذا فی النیل ج ۴ ص ۵۱)

فائدہ:۔ جنازہ کی نماز پوری نہ ملے، تو مثل اور نمازوں کے جس قدر امام کے ساتھ ملے اس کو امام کے ساتھ پڑھ لے اور جس قدر فوت ہو گئی ہو اس کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کر لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَآ اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا۔ یعنی جو امام کے ساتھ پاؤ اس کو پڑھ لو، اور جو فوت ہو اس کو پوری کر لو، سو آپ کا یہ حکم نماز جنازہ کو بھی شامل ہے۔ مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ امام مالک نے زہری سے پوچھا کہ کوئی شخص نماز جنازہ کی بعض تکبیروں کو پائے، اور بعض تکبیریں فوت ہو جائیں تو کیا کرے انھوں نے فرمایا کہ جو تکبیر فوت ہو جائے اس کو قضا کر لے۔

فائدہ:۔ جس میت پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی، اور یوں ہی بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز و درست ہے، اور اس کے لیے کسی خاص مدت کی تحدید و تعیین ثابت[1] نہیں ہے اور حنفی مذہب کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ قبر پر جنازہ

---

[1] قال فی سبل السلام ج ۲ ص ۱۲۹ اختلف القائلون بالصلوٰۃ علی القبر فی المدۃ التی شرعت فیھا الصلوٰۃ فقیل الی شھر بعد دفنہ وقیل الی ان یبلی المیت لانہ اذا بلی لم یبق ما یصلی علیہ وقیل ابدا لان المراد من الصلوٰۃ علیہ الدعاء و ھو جائز فی کل وقت قلت ھذا ھو الحق اذ لا دلیل علی التحدید بمدۃ۔ انتھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نماز اسی وقت تک جائز ہے، جب تک لاش کے پھٹ جانے کا گمان نہ ہو سو اُس کا حدیث سے کچھ ثبوت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبروں پر دفن سے ایک ماہ گزرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھی ہے[1]۔

فائدہ: صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رات کو مر گیا تو لوگوں نے اس کو رات ہی کو دفن کر دیا، جب صبح ہوئی، تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی خبر دینے سے تم لوگوں کو کس چیز نے روکا، لوگوں نے کہا رات تھی اور اندھیری اس وجہ سے آپ کو تکلیف دینا ہم لوگوں نے پسند نہیں کیا۔ پس آپ اُس کی قبر پر تشریف لے گئے اور قبر پر جنازہ کی نماز پڑھی، اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ ہم لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی، پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ جس میت پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہے، اس کی قبر پر بھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، پس اگر کسی کو نماز جنازہ نہیں ملی، اور بعد دفن کے پہنچا، تو قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، اکثر اہل علم کا یہی مذہب[2] ہے اور

---

[1] عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی قبر بعد شھر۔ رواہ الدارقطنی وعن سعید بن مسیب ان ام سعد ماتت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم غائب فلما قدم صلی علیھا وقد مضی لذلک شھر رواہ الترمذی وعن ابی قتادۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی قبر البراء وفی روایۃ بعد شھر۔ کذا فی المنتقی والنیل ص۵۵ مصری ۱۹۶۱ء

[2] قال ابن المنذر قال بمشروعیتہ الجمھور ومنعہ النخعی ومالک وابو حنیفۃ وعنھم ان دفن قبل ان یصلی علیہ شرع والا فلا کذا فی فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۹ وقال ابن الھمام فی فتح القدیر وما فی الحدیث من الصف وفی الصحیحین عن الشعبی قال اخبرنی من شھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتی علی قبر منبوذ وصفھم فکبرا ربعا قال الشیبانی من حدثک ھذا قال ابن عباس دلیل علی ان لمن لم یصل ان یصلی علی القبر وان لم یکن الولی وھو خلاف مذھبنا ولا مخلص الا بادعاء انہ لم یکن صلی علیھا وھو فی غایۃ من ابعد من الصحابۃ انتھی قال فی سبل السلام ج ۲ ص ۱۲۹ واما القول بان

باقی بر ص ۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ جس میت پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

فائدہ:۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے مرنے کی خبر اسی روز لوگوں کو دی جس روز مرا تھا۔ اور لوگوں کو لے کر مصلے کی طرف نکلے، اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور آپ نے نماز جنازہ پڑھی، اور چار تکبیر کہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت غائب پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا اور اکثر سلفؒ کا یہی مذہب ہے،[1] اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک میت غائب پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ جس مسلمان میت کے جنازہ پر چالیس آدمی کھڑے ہوں جو کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتے ہوں یعنی مشرک نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس میت کے بارے میں اُن لوگوں کی شفاعت قبول کرے گا، روایت کیا اس کو مسلم نے، اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میت پر مسلمانوں کی ایک اتنی بڑی جماعت جنازہ کی نماز پڑھے، جن کی تعداد ایک سو ہو اور وہ سب اس کے لیے شفاعت کریں، تو ان کی شفاعت قبول کی جاوے گی، روایت کیا اس کو مسلم نے، ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں مسلمانوں کا کثرت سے

(بقیہ ص ۱۳) الصلوٰة على القبر من خصائصه صلى الله عليه وسلم فلا ينتهض لان دعوى الخصوصية خلاف الاصل انتهى. فان قلت فى الصحيحين فى قصة المرأة التى كانت تقم المسجد دلونى على قبرها فدلوه فصلى عليها وزاد مسلم ثم قال ان هذه القبور مملوءة ظلمة على اهلها وان الله ينورها بصلوتى عليهم فهذه الزيادة تدل على ان ذلك من خصائصه قلت قال الشوكانى فى النيل اجاب الجمهور عن هذه الزيادة بانها مدرجة وبجرد كون الله ينور القبور بصلوته صلى الله عليه وسلم على اهلها لا ينفى مشروعية الصلوٰة على القبر لغيره. انتهى، النيل ج ۴ ص ۵۹

[1] قاله الحافظ فى الفتح ج ۱ ص ۲۸۲ -

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک ہونا میت کے حق میں قبولیت دعا کا باعث ہے، پس خوش نصیب ہیں وہ مرد جن کے جنازہ کی نماز میں چالیس موحد مسلمان شریک ہوں اور خلوص دل سے اُن کے لیے دعا کریں اور اس سے اور زیادہ شریک ہوں تو اور بڑی خوش نصیبی ہے۔

فائدہ :۔ اکثر فقہائے حنفیہ کا قول یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے ہاں سورہ فاتحہ کو اگر دعا کی نیت سے پڑھے تو مضائقہ نہیں سو واضح ہو کہ فقہائے حنفیہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے، خود علمائے حنفیہ نے اس قول کی تردید کر دی ہے۔ علامہ شرنبلالی حنفی نے فقہائے حنفیہ کے اس قول کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام رکھا ہے النظم المستطاب لحکم القراءۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ بام الکتاب۔ علامہ ممدوح نے اس کتاب میں فقہائے حنفیہ کے اس قول کی خوب اچھی طرح پر تردید کی ہے اور نہایت شافی دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور کراہت کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور مولوی عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی نے بھی اپنی تصنیفات میں فقہائے حنفیہ کے اس قول کی تردید کی ہے، اور لکھا ہے کہ "نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اولیٰ و اقویٰ ہے اس واسطے کہ اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے اور فقہائے حنفیہ کے اس قول کی کوئی دلیل نہیں" الحاصل یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور فقہائے حنفیہ کا قول مذکور صحیح نہیں ہے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

قبر اور دفن کے بیان میں

ہشام بن عامر کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے جنگ اُحد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ہر شخص کے لیے ایک ایک قبر کھودنا ہم پر دشوار ہے آپ نے فرمایا کشادہ قبر کھودو اور گہری کھودو اور اچھی کھودو، اور دو دو تین تین کو ایک ایک قبر میں دفن کرو، اور جس کو قرآن زیادہ یاد ہو اس کو آگے کرو۔ روایت کیا اس حدیث کو نسائی وغیرہ نے[1]

ایک صحابی انصاری کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبر کے کنارہ پر بیٹھے، قبر کھودنے والے کو فرماتے کہ پیر کی طرف کشادہ کر، سر کی طرف کشادہ کر، روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ[2] نے ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قبر کو گہری اور کشادہ اور اچھی کھودنا چاہیے۔ لیکن حدیث میں اس کی تصریح نہیں آتی ہے کہ کتنی گہری ہونی چاہیے۔ ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ میرے لیے بقدر قد کے گہری قبر کھودو اور اس کی بھی تصریح نہیں آئی کہ کس قدر کشادہ ہونی چاہیے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس قدر کشادہ ہونی چاہیے کہ بقدر ضرورت کچھ لوگ قبر میں داخل ہو کر میت کو لحد میں رکھ سکیں۔

فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ قبر کا طول بقدر طول میت کے اور قبر کا عرض بقدر نصف

---

[1] قال فی المنتقی رواہ النسائی والترمذی بنحوہ وصححہ وقال فی المشکوٰۃ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وروی ابن ماجۃ الی قولہ واحسنوا ۱۲

[2] رواہ احمد وابوداؤد والبیہقی واسنادہ صحیح کذا فی التلخیص ص ۱۶۷ ج ۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طول کے ہونا چاہیے اور گہرائی بقدر نصف قامت کے ہونا چاہیے، اور اگر بقدر قامت کے ہو تو احسن وافضل ہے (شامی صفحہ ۹۳۲، ج ا طحطاوی صفحہ ۳۸۱، ج ۱-)

قبر دو قسم کی کھودی جاتی ہے، ایک بغلی اور دوسری صندوقی، بغلی اس کو کہتے ہیں، جس میں میت کے رکھنے کی جگہ قبلہ کی دیوار میں زمین سے لگا کر کھودی جاتی ہے، اس کو عربی میں لحد کہتے ہیں۔ اور صندوقی اس کو کہتے ہیں جس میں میت کے رکھنے کی جگہ بیچ میں بنائی جاتی ہے اس کو عربی میں شق کہتے ہیں۔ بغلی اور صندوقی دونوں قسم کی قبر بنانا جائز ہے مگر بغلی اولی وافضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بغلی بنائی گئی تھی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں وصیت کی کہ میرے لیے بغلی قبر بنانا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بغلی بنائی گئی تھی۔ روایت[1] کیا اس کو مسلم نے، مسند احمد اور ابن ماجہ میں حضرت انس[2] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں دو شخص قبر کھودنے والے تھے، ایک بغلی کھودتا تھا، اور ایک صندوقی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، تو صحابہ نے دونوں شخص کے پاس آدمی بھیجا کہ جو پہلے آوے وہی آپ کے لیے قبر کھودے، پس پہلے وہ شخص پہنچا جو بغلی قبر کھودتا تھا، اور آپ کے لیے بغلی قبر کھودی گئی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ[3] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بغلی قبر کھودی گئی تھی۔

دونوں قسم کی قبر میں میت کے رکھنے کی جگہ خوب کشادہ ہونی چاہیے، کہ اس میں وہ بافراغت بلا تنگی کے رکھا جائے، قبر کھودنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے مردہ کی کوئی ہڈی نکلے تو ٹوٹنے نہ پائے، جو ہڈی نکلے، اس کو بحفاظت تمام پھر اسی قبر میں دفن کر دینا چاہیے۔ حضرت

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن المنذر کذا فی التلخیص ص ۱۶۳ ۱۲

[2] رواہ احمد وابن ماجۃ من حدیث انس واسنادہ حسن کذا فی التلخیص ص ۱۲۸، ج ۲

[3] رواہ ابن ابی شیبۃ کذا فی التلخیص ص ۱۲۸ ج ۲ وفی الدرایۃ ص ۱۴۸ ولابن ابی شیبۃ عن مالک عن ابن عمر اللحد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ولابی بکر وعمر وھذا من اصح الاسانید ۱۲، منہ رحمہ اللہ تعالی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عائشہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ کی ہڈی کا توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی کا توڑنا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے، مردہ کو لحد میں رکھنے کے واسطے بقدر ضرورت دو[1] یا تین[2] یا چار آدمی قبر میں داخل ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں چار آدمی داخل ہوئے تھے۔ عورت کی قبر میں اس کے محرم لوگ داخل ہوں اور عورت کی قبر میں اس کا شوہر بھی داخل ہو سکتا ہے، اگر محرم یا شوہر موجود نہ ہوں تب غیر محرم داخل ہوں، فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ غیر محرم میں جو بوڑھے ہوں وہ عورت کی قبر میں داخل ہوں اور اگر بوڑھے موجود نہ ہوں تو جوانوں میں جو صالح و دیندار ہوں وہ داخل ہوں[2]

میت کو قبر میں قبر کے پائتانہ کی طرف سے داخل کرنا سنت ہے، ابوداؤد میں ابواسحٰق سے روایت ہے کہ عبداللہ بن یزید نے میت کو قبر کے پائتانہ سے قبر میں داخل کیا اور کہا کہ یہ سنت ہے، حافظ ابن حجرؒ نے درایہ[۱۴۱] میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں، اور حافظ زیلعی نے نصب الرایہ[۲۶۲] میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح[3] ہے، اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مردہ قبر کے پائتانہ سے قبر میں داخل کیا جاوے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے اور اسناد اس کی صحیح ہے[4]، ابواسحٰق کی حدیث

---

[1] تلخیص، ص ۱۲۸، ج ۲۔ [2] کذا فی الطحطاوی ص ۳۸۱ ج ۱۔۱۲

[3] قال الزیلعی فی نصب الرایۃ ورواہ البیہقی وقال اسناد صحیح وھو کالمسند لقولہ من السنۃ انتھی۔ فان قلت فی سند ھذا الحدیث ابواسحٰق وھو السبیعی وکان قد اختلط فی اٰخر عمرہ قلت نعم لکن رواہ عنہ شعبۃ وھو لا یحمل من المشائخ الا صحیح حدیثھم کما صرح بہ الحافظ ابن حجر فی الفتح الباری ص ۱۰ ج ۱۔ فان قلت ابواسحٰق السبیعی مدلس قلت روایۃ شعبۃ عن ابی اسحٰق السبیعی محمولۃ علی السماع وان کانت معنعنۃ قال الحافظ ابن حجر فی طبقات المدلسین قال البیہقی وروینا عن شعبۃ انہ قال کفیتکم تدلیس ثلثۃ الاعمش وابی اسحٰق وقتادۃ قال الحافظ فھذہ قاعدۃ جیدۃ فی احادیث ھؤلاء الثلثۃ انھا اذا جاءت من طریق شعبۃ دلت علی السماع ولو کانت معنعنۃ انتھی ۱۲

[4] قال الحافظ فی الدرایۃ ص ۱۴۸ وروی ابن شاھین من حدیث انس رفعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت انسؓ کے قول سے ثابت ہوا کہ میت کو قبر کے پائتانہ سے قبر میں داخل کرنا چاہیے۔ اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر اہل علم کا اور میت کو قبلہ کی طرف سے بھی قبر میں داخل کرنا حدیث میں آیا ہے، جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قبر میں داخل ہوئے اور آپ کے لیے چراغ جلایا گیا پس آپ نے میت کو قبلہ کی طرف سے لیا، کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور مصنف[۱] ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی نے یزید بن مکفف کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا و نیز اسی کتاب میں ہے کہ ابن الحنفیہ نے ابن عباسؓ کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا حضرت ابن عباسؓ کی حدیث اور حضرت علیؓ کے عمل سے ثابت ہوا کہ میت کو قبلہ [۲] کی طرف سے قبر میں داخل کرنا چاہیے، اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہؒ کا، لیکن حضرت ابن عباس کی حدیث ضعیف ہے، اور ترمذی نے جو اس حدیث کو حسن کہا ہے، سو اس پر محدثین نے انکار کیا ہے، ہاں حضرت علیؓ کا اثر صحیح ہے۔

میت اگر عورت ہے تو قبر میں داخل کرنے کے وقت قبر پر پردہ کرنا چاہیے اور اگر مرد ہے، تو پردہ نہیں کرنا چاہیے، اس بارے میں کئی روایتیں آئی ہیں۔ میت کو جب قبر میں داخل کریں، تو کہیں بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ [۳]۔ حضرت ابن[۴] عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ مُردوں کو قبر میں رکھو تو کہو بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) یدخل میت من قبل رجلیه و یسل سلا و اسناده ضعیف و رواه ابن ابی شیبة باسناد صحیح لکنه موقوف علی انس انتهی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] قال الزیلعی فی نصب الرایة (ص ۲۶۳) وانکر علیه لان مداره علی الحجاج ابن ارطاة وھو مدلس ولم یذکر سماعًا قال ابن القطان و منھال بن خلیفة ضعفه ابن معین قال البخاری فیه نظر انتهی [۲] قال ابن الترکمانی فی الجوهر النقی ص ۲۶۹ ج ۱ وفی المحلی لابن حزم عن علی انه ادخل یزید بن المکفف من قبل القبلة وعن ابن الحنفیة انه ادخل ابن عباسؓ من قبل القبلة واخرجه عبد الرزاق فی مصنفه ادخال علی ابن المکفف من جهة القبلة بسند صحیح ثم قال وبه ناخذ انتهی [۳] سبل السلام ص ۱۲۴ ج ۲ تلخیص ص ۱۲۹ ج ۲ نیل ص ۸۶ ج ۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؐ۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے اور صحیح کہا اس کو ابن حبان نے، اور ایک روایت میں بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؐ۔ کہنا بھی آیا ہے میت کو لحد میں لٹا کر اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں، اور انتشار کے خیال سے جو کفن کو گرہ دیا تھا، سو اب کھول دیں، حضرت سمرہ بن جندبؓ کا ایک لڑکا مرگیا تو انہوں نے اپنے غلام کو کہا کہ اس کو لے جاکر دفن کرو، اور جب اس کو لحد میں رکھنا تو کہنا بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؐ پھر اس کے سر اور پیر کی گرہ کھول دینا روایت کیا اس کو طحاوی نے شرح معانی الآثار صفحہ ۲۹۲ ج ۱ میں، پھر کچی اینٹوں کو کھڑی کرکے لحد کو بند کریں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد کچی اینٹوں سے بند[۲] کی گئی تھی، امام نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحد نو[۳] اینٹوں سے بند کی گئی تھی۔ جب لحد بند ہو جائے تو عورت کی قبر سے پردہ ہٹا لیں اور آہستہ آہستہ مٹی گرائیں، اور سب لوگ دونوں ہاتھوں سے تین تین بار مٹی دیں، عامر ابن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعونؓ کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اُن کی قبر پر آئے پس تین بار دونوں ہاتھوں سے کھڑے ہو کر مٹی دی، روایت کیا اس کو دارقطنی نے اور بزار کی روایت[۴] میں ہے کہ قبر کے سر کے پاس کھڑے ہو کر مٹی دی علمائے حنفیہ وشافعیہ نے لکھا ہے کہ پہلی بار میں مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ۔ اور دوسری بار میں وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ۔ اور تیسری بار میں مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ پڑھنا مستحب ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں اس بارے میں ایک حدیث ضعیف آئی ہے، پھر قبر کو کوہان شتر کی

---

[۱] کذا فی بلوغ المرام للحافظ ابن حجر وقال واعله الدارقطنی بالوقف ۱۲

[۲] عن عامر بن سعد بن ابی وقاص ان سعد بن ابی وقاص قال فی مرضه الذی هلك فيه الحدوا لی لحدا وانصبوا علی اللبن نصبا كما صنع برسول الله صلی الله علیه وسلم رواه مسلم صفحہ ۳۱۱ ج ۱

[۳] سبل السلام ص ۱۴۷ ج ۲ ۱۲

[۴] قال القاری فی المرقاة صفحہ ۱۸۹ ج ۲ وروی احمد باسناد ضعیف انه یقول مع الاولی منها خلقناكم ومع الثانیة وفیها نعیدكم ومع الثالثة ومنها نخرجكم تارة اخری (باقی برصفحہ ۱۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح بنائیں۔ بخاری میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسنم یعنی کوہان شتر کی طرح بنائی ہوئی دیکھا تھا۔ پھر قبر پر پانی چھڑکیں، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ایک مشک پانی چھڑکا گیا تھا، اور جس نے پانی چھڑکا تھا وہ حضرت بلالؓ تھے، سر کی طرف سے شروع کر کے پیر تک پہنچایا، روایت[1] کیا اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔ قبر پر پانی چھڑکنے کے بارے میں اور بھی حدیثیں آئی ہیں۔ پھر سب لوگوں کو چاہیے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے واسطے دعا کریں، کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے، اور اس کو منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدم رکھے، ابوداؤد میں حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس پر ٹھہرتے اور لوگوں سے فرماتے کہ اپنے بھائی کے واسطے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اس واسطے کہ اس وقت اس سے سوال ہوگا۔ حاکم نے[2] اس حدیث کو صحیح کہا ہے، مسلم میں حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ انہوں نے جان کنی کے وقت اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا جب میں مر جاؤں تو میرے جنازہ کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت نہ جائے۔ اور نہ میرے جنازہ کے ساتھ آگ جائے اور جب مجھ کو دفن کرنا تو سہولت اور آہستگی سے مجھ پر مٹی گرانا، پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے، اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ مجھے تم لوگوں کی وجہ سے انسیت ہو اور میں جان لوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے کو یعنی منکر و نکیر کو کیا جواب دیتا ہوں۔

فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں[3] کہ دفن کے بعد دعا اور قرآت قرآن کے لیے قبر کے پاس اتنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۰) حضرت مصنف نے لکھا ہے اور ایک حدیث ضعیف میں میت کو قبر میں رکھنے کے وقت بھی اس آیت کا پڑھنا آیا ہے" (فتاویٰ نذیریہ ص ۷۱۴ - ج ۱ - ۱۲ مصحح)

[1] کذا فی المشکوٰۃ ۱۲ [2] کذا فی بلوغ المرام ۱۲

[3] دیکھو در مختار مع رد المحتار صفحہ ۹۳۶ ج ۱ - اور طحطاوی ۱۲ -

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیر تک ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔

فوائدِ متفرقہ

فائدہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے سنا کہ فرماتے تھے، جب کوئی مر جائے، تو اس کو روکو نہیں اور تیزی اور سرعت کے ساتھ اس کو قبر کے پاس پہنچاؤ اور اس کی قبر کے سر کے پاس سورہ بقرہ کا شروع یعنی الٓمّٓ سے مفلحون تک اور اُس کے پیر کے پاس سورہ بقرہ کا آخیر یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورہ تک پڑھنا چاہیے، روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے۔

فائدہ: قبر کے پہچاننے اور اُس کے معلوم ہونے کے لیے قبر کے سرہانے کوئی بھاری پتھر رکھ دینا یا گاڑ دینا جائز و درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غرض سے عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے ایک بھاری پتھر رکھ دیا تھا۔[1]

فائدہ: قبر کو پکی کرنا، اُس پر عمارت بنانا، اس پر چراغ جلانا، اُس پر بیٹھنا، اس پر ٹیک لگانا، اس پر چلنا، اُس پر لکھنا، اُس کی طرف نماز پڑھنا، یہ سب باتیں ممنوع و ناجائز ہیں، احادیث صحیحہ سے ان باتوں کی ممانعت ثابت ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبر کے پاس گزرے، پس فرمایا کہ ان دونوں قبروں کے مردے عذاب کیے جاتے ہیں، اور کسی بڑے امر میں عذاب نہیں کیے جاتے (یعنی کسی ایسے امر میں عذاب نہیں کیے جاتے ہیں جس سے ان کو بچنا شاق اور گراں ہوتا) لیکن ان دونوں میں سے ایک سو وہ پیشاب سے بچتا نہیں تھا اور لیکن دوسرا سو وہ چغل خوری کرتا تھا، پھر آپ نے کھجور کی ایک تازی شاخ لی، اور اُس کو

---

[1] یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصفاً نصف پھاڑا، پھر ایک ٹکڑے کو ایک قبر میں اور دوسرے ٹکڑے کو دوسری قبر میں گاڑ دیا۔ صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا ہے، آپ نے فرمایا شاید ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کی جاوے، جب تک کہ یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہوں۔" اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ قبر میں کھجور کی شاخ گاڑنا درست ہے چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت بریدہ اسلمیؓ نے وصیت کی تھی، کہ اُن کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھ دی جائیں، اور بعض علماً کہتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی، اور کسی کو جائز نہیں۔

میں کہتا ہوں جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی اور قبر میں کھجور کی شاخ کو رکھنا جائز سمجھا اسی طرح اب بھی اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و اتباع کرے اور قبر میں کھجور کی شاخ گاڑے تو اُس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم، اور بہت سے لوگ جو ببر کی شاخ یا انار کی شاخ قبر میں گاڑتے ہیں، سو اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے۔

فائدہ:۔ وصیتوں پر سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر قبر میں رکھنا یا قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی دعا لکھ کر قبر میں رکھنا یا کعبہ شریف کا غلاف یا کسی بزرگ کا کوئی کپڑا یا اُس کی کوئی اور چیز تبرکاً قبر میں رکھنا جائز نہیں ہے یہ کام ناواقف لوگوں کا ہے، ایسے کاموں سے احتراز و اجتناب لازم ہے۔

فائدہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری مرد کے جنازہ میں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد کھودنا باقی تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رو ہو کر بیٹھے، اور آپ کے ساتھ ہم لوگ بھی بیٹھے، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کے تیار ہونے میں کچھ دیر ہو تو لوگوں کو بیٹھ جانا جائز ہے، اور قبلہ رو ہو کر بیٹھنا بہتر ہے۔

فائدہ:۔ یہ جو مشہور ہے کہ میت کو لحد میں رکھ کر اینٹوں سے بند کرنے کے وقت عورت ۔۔۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر کی طرف سے بند کرنا مستحب ہے اور مرد ہو تو پیر کی طرف سے" سو اس کا کوئی ثبوت حدیث سے نہیں ملتا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ میت عورت ہو خواہ مرد دونوں کو سر ہی کی طرف سے بند کرنا چاہیے، تاکہ دونوں کے لحد کے بند کرنے کا شروع داہنی طرف سے ہو۔

فائدہ:۔ قبر کو زیادہ اونچی نہیں بنانا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زمین سے ایک[1] بالشت اونچی بنائی گئی تھی، مسلم میں ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بھیجا تھا وہ کام یہ ہے کہ، جہاں کہیں کوئی تصویر دیکھنا بس اُسے مٹا ہی دینا اور جہاں کہیں کوئی بلند قبر دیکھنا بس اُسے برابر ہی کر دینا۔

فائدہ:۔ بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قبروں کے درمیان جوتی پہنے ہوئے چل رہا ہے، پس آپ نے فرمایا کہ اے سبتی[2] جوتیوں کا پہننے والا اپنی دونوں جوتیوں کو ڈال دے، روایت کیا اس کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو دفن کر کے پھرتے ہیں تو وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم وغیرہما نے پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان میں قبروں کے درمیان جوتی پہن کر چلنا جائز نہیں، اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان میں قبروں کے درمیان جوتی پہن کر چلنا جائز ہے، ان ہی دونوں مختلف حدیثوں کی وجہ سے علما کی رائیں بھی مختلف ہوئیں، بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض[3] ناجائز

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

---

[1] روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے، صرح بہ الحافظ فی بلوغ المرام ۱۲

[2] سبتی جوتیوں سے وہ جوتیاں مراد ہیں جو باعث شدہ چمڑوں سے بنائی گئی ہوں ۱۲

[3] حضرت مصنف کے نزدیک ناجائز کہنے والوں کا قول اقوی ہے۔ (فتاوی نذیریہ صفحہ ۴۲۰ ج ۱) ۱۲ مصحح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

اہلِ میت کے یہاں کھانا بھیجنے کے بیان میں

عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر کے اہل وعیال کے واسطے کھانا بناؤ، اس واسطے کہ اُن کو ایسی خبر ملی ہے، جو اُن کو کھانا بنانے سے روکتی ہے[1]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرابت مند اور پڑوسیوں کو چاہیے کہ موت کے دن کھانا پکا کر اہل میت کے گھر بھیجیں، ملا علی قاری[2] فرماتے ہیں کہ جب کھانا پکا کر بھیجا جائے، تو اہل میت کو اصرار کے ساتھ کھانا کھلانا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ شدت رنج وغم کی وجہ سے یا شرم ولحاظ کی وجہ سے کھانا نہ کھائیں، اور نہ کھانے کی وجہ سے ضعیف وپریشان ہوں، پھر لکھتے ہیں کہ اس قدر کھانا بھیجنا چاہیے کہ دن اور رات دونوں وقت کے لیے اہل میت کو کافی ہو، اس واسطے کہ رنج وغم جو کھانا کھانے سے روکتا ہے غالباً ایک دن سے زیادہ باقی نہیں رہتا ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ تین دن تک کھانا بھیجنا چاہیے۔"

میں کہتا ہوں کہ عبداللہ بن جعفرؓ کی حدیث سے فقط ایک وقت یا دو وقت کھانا بھیجنا ثابت ہوتا ہے، اور تین دن تک کھانا بھیجنا نہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی دوسری حدیث سے۔

---

[1] ابوداؤد، ج ۲، ص ۹۱ مطبوعہ مجتبائی والترمذی، ص ۱۶۳ وابن ماجہ ص ۱۱۵ وصححہ ابن السکن وحسنہ الترمذی کذا فی النیل، ج ۴، ص ۱۰۴۔

[2] مرقاۃ ج ۴، ص ۹۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم دفن کے بعد اہل میت کے یہاں مجتمع ہونے اور کھانا بنانے اور کھانے کو نیاحت کی ایک قسم سمجھتے تھے یعنی جیسے میت پر نوحہ کرنا حرام ہے، اسی طرح دفن کے بعد اہل میت کے یہاں لوگوں کا جمع ہونا اور کھانا کھانا بھی حرام ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کے دفن کے بعد یا موت سے تیسرے یا چوتھے دن یا کسی اور دن اہل میت کا موت کی وجہ سے کھانا پکانا اور اہل برادری اور دوست واحباب کو کھلانا حرام وناجائز ہے اور جاہلیت کی رسم[2] ہے۔

---

[1] اس حدیث کو ابن ماجہ لغا احمد نے روایت کیا ہے، اور اسناد اس کی صحیح ہے کذافی النیل ج ۴ ص ۱۰۴

[2] اگر کوئی کہے کہ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں عاصم بن کلیب سے روایت ہے۔ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ "الحدیث" وفیہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فاجاب ونحن معہ فجیئ بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا الخ

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے دفن کرنے کے لیے نکلے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو اس میت کی بیوی کی طرف سے ایک شخص دعوت دینے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا آپ نے اس کی دعوت قبول فرمائی اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے پھر کھانا لایا گیا اور لوگوں نے کھانا کھایا"

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موت کے دن اہل میت کا کھانا پکانا اور اہل برادری اور دوست احباب کو دعوت دینا اور کھلانا جائز ہے، اور نیز دفن کے بعد اہل میت کے یہاں لوگوں کا جمع ہونا اور کھانا کھانا جائز ہے یہ سب کچھ داعی امرأتہ سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ امرأتہ کی ضمیر مجرور اسی میت کی طرف راجع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث مذکور میں لفظ داعی امرأتہ جو باضافت لفظ امرأۃ الی الضمیر المجرور واقع ہوا ہے یہ صحیح نہیں ہے بجائے اس کے داعی امرأۃ ہونا چاہیے یعنی لفظ امرأتہ کو ضمیر مجرور کی طرف مضاف نہیں ہونا چاہیے بلکہ امرأۃ کا لفظ نکرہ بلا اضافت ہونا چاہیے اور یہی صحیح ہے اس صورت میں اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میت کے دفن سے (باقی بر صفحہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہائے حنفیہ نے بھی اس کو ناجائز اور بدعت قبیحہ لکھا ہے، علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر صفحہ ۲۹۳، ج ا میں لکھتے ہیں :-

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ اہل میت سے کھانے کی ضیافت لینا مکروہ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶) واپس ہوئے تو ایک عورت کی طرف سے ایک شخص دعوت دینے کو آپ کے سامنے آیا اور آپ نے اس کی دعوت قبول کی۔ اور اس صورت میں اس میت کی عورت کا دعوت دینا اور اس کی دعوت کا قبول کرنا ہرگز ثابت نہیں ہوگا، رہی یہ بات کہ مشکوٰۃ کی حدیث مذکور میں داعی امرأتہ صحیح نہیں ہے بلکہ بجائے اس کے داعی امرأۃ ہونا چاہیے سو اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث مشکوٰۃ میں ابوداؤد سے نقل کی گئی ہے۔ اور ابوداؤد میں داعی امرأتہ نہیں ہے بلکہ داعی امرأۃ ابوداؤد مع عون المعبود صفحہ ۲۴۹ ج ۳ میں ہے (فلما رجع استقبلہ داعی امرأۃ) کذا فی النسخ الحاضرۃ وفی المشکوٰۃ داعی امرأتہ بالاضافۃ الی الضمیر۔ انتہی یعنی ابوداؤد کے جتنے نسخے حاضر و موجود ہیں سب میں داعی امرأۃ ہے یعنی لفظ امرأۃ نکرہ بلا اضافت ہے، اور مشکوٰۃ میں داعی امرأتہ مضاف الی الضمیر المجرور ہے، و نیز مشکوٰۃ کی یہ حدیث مسند احمد صفحہ ۲۹۳، ج ۵ و دارقطنی ص ۵۴۵ ج ۲ و بیہقی کی سنن کبریٰ ص ۹۷ ج ۶ میں بھی موجود ہے لیکن ان میں بھی داعی امرأتہ نہیں ہے بلکہ ان میں داعی امرأۃ من قریش۔ ہے مسند احمد و دارقطنی و بیہقی کی ان روایات سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ دعوت دینے والی عورت اس میت کی بیوی نہیں تھی بلکہ کوئی دوسری عورت تھی جو قریش سے تھی، ہاں واضح رہے کہ میت جس کے جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے ایک انصاری مرد تھا۔ مسند احمد، ص ۴۰۸، ج ۵ میں یہ حدیث مختصراً مروی ہے، اس میں ہے فی جنازۃ رجل من الانصار مشکوٰۃ شریف کی حدیث مذکور میں داعی امرأتہ کے صحیح نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس واقع میں وہ دعوت دینے والی عورت اس مرد صحابی متوفی کی بیوی نہیں ہوسکتی کیونکہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ دفن کے بعد اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور کھانا پکانے اور کھانے کو از قسم نیاحت سمجھتے تھے (یعنی حرام و ناجائز جانتے تھے) پس جب یہ حالت تھی تو ان صحابی (باقی برصفحہ ۷۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ۔

کیوں کر کھانے دعوت و ضیافت خوشی کے وقت جائز و مشروع ہے نہ مصیبت کے وقت اور وہ بدعت قبیحہ ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) متوفی کی بیوی اپنے شوہر کے دفن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیونکر کھانے کی دعوت دے کر اپنے گھر جمع کر سکتی تھی اور کیسے اس کی دعوت قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے گھر کھانا کھا سکتے تھے، پس اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعوت دینے والی کوئی دوسری عورت تھی، جس کی دعوت بلا تامل قبول کر لی گئی اور اس کے گھر جا کر کھانا کھایا گیا، اور یہ بین دلیل ہے اس امر کی کہ مشکوٰۃ کی حدیث میں داعی امرأتہ صحیح نہیں ہے بلکہ بجائے اس کے داعی امرأۃ ہونا چاہیے جیسا کہ ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ کی روایت میں ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ میں وہ دعوت دینے والی عورت اس صحابی انصاری متوفی کی بیوی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تو اپنے شوہر انصاری کی روح پرواز کر جانے کے بعد خود اپنے غم و الم میں مبتلا ہو گئی ہو گی اس کے ننھے بچیاں الگ باپ کی مفارقت میں بلبلا رہے ہوں گے، ہمسایہ اور قرابت مند عورتیں تعزیت کے لیے جمع ہوں گی گھر غمکدہ بن گیا ہو گا، مرد تجہیز و تکفین میں مصروف ہوں گے پس اس کی ایسی حالت زار میں خود اپنا اور اپنے بچوں کا کھانا پکانا مشکل تھا اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفرؓ کے اہل و عیال کے واسطے کھانا بناؤ اس واسطے کہ ان کو ایسی خبر ملی ہے جو ان کو کھانا بنانے سے روکتی ہے۔ بھلا اس کو ایسی حالت اور ایسے وقت میں اطمینان کہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی ایک جماعت کی دعوت کا انتظام کرے اور مقام بقیعؓ یا نقیع میں بکری خریدنے کے لیے کسی کو بھیجے اور جب وہ وہاں سے ناکام واپس آوے تو پھر اس کو اپنے کسی ہمسایہ کے پاس بھیجے اور جب اس سے ملاقات نہ ہو تو پھر اس کی بیوی کے پاس بھیجے اور پھر بکری مل جانے کے بعد اس کو ذبح کرا کے پکائے (باقی بر صفحہ ۷۹)

۱؎ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں بقیع ہے اور بعض نسخوں میں نقیع جو مدینہ سے ۲۰ میل پر بجانب پورب واقع ہے، امام خطابی کے نزدیک نقیع کا لفظ صحیح و صواب ہے اور بقیع کا لفظ غلط ہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی خان اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:۔

یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ فِیْ	مصیبت کے دنوں میں ضیافت کرنا مکروہ ہے
اَیَّامِ الْمُصِیْبَۃِ لِاَنَّھَا اَیَّامُ	اس لیے کہ مصیبت کے دن رنج وغم کے دن ہیں
تَاَسُّفٍ فَلَا یَلِیْقُ بِھَا مَا	پس ان مصیبت کے دنوں میں وہ کام لائق نہیں
یَکُوْنُ لِلسُّرُوْرِ۔	جو خوشی کے وقت ہوتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸) اور ایک جماعت کا تمام کھانا دفن سے واپسی تک تیار کرلے غرض ان کاموں کے لیے زیادہ وقت چاہیے، اس میت کی موت کے وقت سے اس کے دفن سے واپسی تک یہ سب کام ایک عورت وہ بھی غم زدہ کے ہاتھ سے انجام نہیں پاسکتے، اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے فاجاب و نحن معہ فجئ بالطعام اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دفن سے واپسی تک کھانا تیار ہوگیا تھا، پس ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دعوت دینے والی عورت اس صحابی انصاری متوفی کی عورت نہ تھی۔ بلکہ کوئی دوسری عورت تھی، و نیز ثابت ہوتا ہے کہ مشکوٰۃ کی حدیث مذکور میں داعی امرأتہ ہونا صحیح نہیں ہے بلکہ داعی امرأۃ ہونا چاہیے جیسا کہ ابوداؤد و مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے پس جب ان ادلہ و قرائن کے مجموعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مشکوٰۃ کی حدیث مذکور میں داعی امرأۃ ہونا صحیح ہے تو اس حدیث سے دفن کے بعد اہل میت کے یہاں لوگوں کے جمع ہونے اور کھانا کھانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی کہے کہ مشکوٰۃ میں ابوداؤد کے ساتھ دلائل النبوت کا بھی حوالہ ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ بیہقی نے دلائل النبوت میں یہ حدیث نقل کی ہو اور اس میں داعی امرأتہ کا لفظ موجود ہو تو جواب اس کا یہ ہے کہ ادلہ و قرائن مذکورہ بالا سے دلائل النبوت میں بھی داعی امرأۃ ہونا متعین ہے جیسا کہ ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں ہے، اور خود بیہقی نے سنن کبریٰ ص ۹۷، ج ۶ میں یہ روایت لکھی ہے جس کا لفظ یہ ہے صنعت امرأۃ من قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاما فدعتہ و اصحابہ الخ اس سے بھی دلائل النبوت میں داعی امرأۃ ہونا متعین ہے۔

اگر فرض کرلیا جائے کہ مشکوٰۃ میں داعی امرأتہ ہونا صحیح ہے تو بھی اس حدیث سے (باقی برصفحہ ۸۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزازیہ میں ہے :۔

یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ اَوِ الثَّالِثِ اَوْ بَعْدَ الْاُسْبُوْعِ ۔	پہلے دن یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد کھانے کی دعوت وضیافت کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اور فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹) موت کی تقریب میں دفن کے بعد لوگوں کا اہل میت کے یہاں مجتمع ہونے اور کھانا کھانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس واقعہ میں اس عورت دعوت دینے والی کا دعوت دینا موت کی تقریب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کی نیت پہلے ہی سے دعوت دینے کی تھی ، اور موت کے قبل ہی سے دعوت کا انتظام کر رہی تھی چنانچہ مسند احمد کا یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے فقالت یا رسول اللہ انہ کان فی نفسی ان اجمعک ومن معک علی طعام فارسلت الی بقیع فلم اجد شاۃ تباع الخ ص ۲۹۴ ج ۵

حاصل یہ کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث مذکور سے اہل میت کا میت کی وجہ سے کھانا پکانا اور اہل برادری دوست واحباب کو کھلانا ثابت نہیں ہوتا، واللہ اعلم ۱۲ (ھذا من افادات المؤلف رحمۃ اللہ علیہ) مسعو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

تعزیت کے بیان میں

مصیبت والوں کی تعزیت کرنا یعنی ان کو صبر کی تلقین کرنا اور تسلی دینا سنت ہے، تعزیت سے اہل مصیبت کے مغموم دلوں کو تسلی ہوتی ہے، اور ان کو صبر و سکون حاصل ہوتا ہے اور تعزیت کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان اپنے کسی بھائی کی مصیبت میں اس کی تعزیت کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن بزرگی کا حلّہ پہنائے گا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تعزیت کی فضیلت میں اور بھی حدیثیں آئی ہیں۔ تعزیت کے واسطے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں ہیں۔ ایسا مضمون ہونا چاہیے جس سے رنج و غم دور ہو اور صبر و تسلی حاصل ہو۔ تعزیت کے وقت میت کے واسطے دعا کرنا بھی آیا ہے[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کو جب کہ ان کا ایک لڑکا قضا کر گیا تھا، اس طرح تعزیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا تھا، جو اس نے لے لیا، اور اسی کا ہے جو اس نے دیا۔ اور اس کے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، پس صبر کرنا چاہیے اور ثواب حاصل کرنا چاہیے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے یعنی لڑکا اللہ تعالیٰ کی امانت تھا جو اس نے لے لیا۔ پس صبر کرنا چاہیے اور صبر کر کے ثواب حاصل کرنا چاہیے اور

---

[1] نسائی اور ابو داؤد کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کسی صحابی کے گھر تعزیت کے واسطے گئی تھیں۔ جب واپس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہاں گئی تھیں؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا اس گھر والوں کے پاس گئی تھی پس ان کی میت کے واسطے میں نے دعاء رحمت کی اور ان کی تعزیت کی (ابو داؤد مع عون المعبود ج ۳ ص ۱۶۱)

تنبیہ: یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ربیعہ بن سیف نامی راوی سخت ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں ربیعہ ایسی روایات بیان [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لڑکے پر کیا موقوف ہے، ہر ایک چیز کی ایک مدت مقرر ہے، پھر آخر اس کو فنا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب کہ ان کا ایک لڑکا قضا کر گیا تھا، اس طرح تعزیت کا خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے معاذ بن جبل کو، سلام علیک۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد پس اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اجر زیادہ کرے اور تمہارے دل میں صبر ڈالے اور ہم کو اور تم کو شکر نصیب کرے۔ بلاشک ہماری جانیں ہمارے مال اور ہمارے اہل اور ہماری اولاد اللہ تعالیٰ کی عمدہ بخششوں سے ہیں اور اس کی عاریت دی ہوئی چیزوں سے ہیں جن کی حفاظت اور نگہبانی کا ہم کو حکم کیا گیا ہے، ہم لوگ ان سے ایک مدت معین تک فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ ان کو وقت مقررہ پر لے لیتا ہے۔ پھر اس نے ہم لوگوں پر شکر کرنا فرض کیا ہے جب وہ دے، اور صبر کرنا فرض کیا ہے جب وہ مبتلا کرے۔ پس تمہارا لڑکا اللہ تعالیٰ کی عمدہ بخششوں سے تھا اور اس کی عاریت دی ہوئی چیزوں سے جس کی حفاظت اور نگہبانی کا تم کو حکم کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس لڑکے سے بہت خوشی اور مسرت کے ساتھ متمتع کیا اور تم سے اس کو اجر کثیر کے ساتھ لے لیا، جو بخشش اور رحمت اور ہدایت ہے۔ اگر تم ثواب لینا چاہو تو صبر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے صبری تمہارے اجر کو مٹا دے، پھر تم کو ندامت اٹھانا پڑے۔ اور یاد رکھو کہ بے صبری کسی چیز کو لوٹا نہیں لاتی اور نہ رنج و غم کو دور کرتی ہے۔ اور جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ والسلام۔ روایت کیا اس کو حاکم نے اور ابن مردویہ نے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کی تعزیت میں محمد بن کعب قرظی نے جو مضمون بیان کیا تھا، اس کو یہاں لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مؤطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ قاسم بن محمد نے کہا کہ میری ایک بیوی مر گئی تو محمد بن کعب قرظی تعزیت کے

(بقیہ حاشیہ) [illegible]

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۸۱) لہٰذا اس حدیث سے بموقعہ تعزیت ماتم پر، میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

علاوہ ازیں جس لفظ کا ترجمہ ہے "ان کی میت کے واسطے میں نے دعاء رحمت کی" ابوداؤد میں "فرحمت" اور نسائی میں "فترحمت" ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واسطے میرے پاس تشریف لائے اور بیان کیا کہ:

"بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو فقیہ عالم، مجتہد اور عابد تھا، اور اس کی ایک بیوی تھی، جس پر وہ نہایت شیفتہ رہتا تھا اور بہت ہی محبت رکھتا تھا۔ اتفاق کہ اس کی وہ بیوی قضا کر گئی۔ پس وہ عابد نہایت مغموم ہوا اور اس درجہ اس کو رنج و غم ہوا کہ ایک گھر میں خلوت نشین ہو گیا اور اندر سے گھر کو مقفل کر لیا، اور لوگوں سے ملنا جلنا بالکلیہ ترک کر دیا۔ کوئی شخص اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ عابد کا یہ واقعہ سن کر ایک عورت آئی اور کہا کہ عابد سے مجھے ایک ضرورت ہے۔ ان سے مجھے ایک فتویٰ پوچھنا ہے، مگر میں ان سے بالمشافہ اور روبرو ہو کر پوچھوں گی، بجز اس کے میری تسلی نہیں ہوگی۔ عابد کے دروازہ پر جتنے لوگ تھے وہ تو چلے گئے مگر یہ عورت بیٹھی رہ گئی اور کہا کہ بغیر پوچھے میں کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کسی نے عابد سے کہا ایک عورت آپ سے کوئی فتویٰ پوچھنے آئی ہے اور آپ سے وہ بالمشافہ پوچھنا چاہتی ہے۔ سب لوگ تو چلے گئے مگر وہ بیٹھی ہوئی ہے اور وہ بغیر بالمشافہ پوچھے کسی طرح جانے کو نہیں کہتی۔ عابد نے کہا اچھا اس کو آنے کی اجازت دو۔ پس وہ عورت عابد کے پاس آئی اور کہا کہ میں آپ سے ایک فتویٰ پوچھنے آئی ہوں۔ عابد نے کہا وہ کیا ہے؟ عورت نے کہا میں نے اپنی ایک پڑوسن سے ایک زیور عاریت لیا تھا اور اس کو ایک زمانہ تک میں خود بھی پہنتی تھی اور غیر کو بھی پہننے کو دیتی تھی۔ اب وہ پڑوسن اپنا زیور مجھ سے طلب کرتی ہے، تو کیا میں اس کا زیور اس کو دے دوں؟ عابد نے کہا ہاں، واللہ اس کا زیور اس کو دیدے۔ عورت نے کہا اس کا زیور تو میرے پاس ایک زمانہ تک رہ چکا ہے۔ عابد نے کہا تب تو اور زیادہ ضرورت ہے کہ تو اس کا زیور اس کو دیدے۔ عورت نے کہا حضرت! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک چیز عاریت دی تھی۔ پھر اس نے اپنی چیز لے لی، تو اس پر آپ اتنا غم کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی چیز کا آپ سے زیادہ حقدار ہے۔ عورت کا

ل کذا فی الحصن الحصین ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنا کہنا تھا کہ عابد چونک پڑا اور متنبہ ہو گیا، اور عورت کی اس بات سے اس کو بہت نفع ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابی کا ایک چھوٹا لڑکا مرگیا۔ آپ نے اس کی تعزیت کی اور ایک حدیث سنائی۔ اس حدیث کو معلوم کرلینا چاہیے:

سنن نسائی اور مسند احمد بن حنبل میں قرہ مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تھے تو آپ کے حضور میں صحابہ کی ایک جماعت بھی بیٹھا کرتی تھی۔ جماعت صحابہ میں ایک شخص تھا اور اس کا ایک چھوٹا لڑکا تھا۔ جب وہ حضور نبوی میں آتا تو اپنے ساتھ اپنے اس چھوٹے بچے کو بھی لاتا اور حلقہ صحابہؓ میں اس کو اپنے آگے بٹھلاتا۔ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا کیا تم اپنے اس بچے سے بہت محبت رکھتے ہو (کہ ہر وقت اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہو؟) اس شخص نے کہا یا رسول اللہ؟ جس قدر میں اپنے اس بچے سے محبت رکھتا ہوں اسی قدر اللہ تعالیٰ آپ سے محبت رکھے، (اتفاق) کہ اس کا وہ لڑکا مرگیا۔ پس اس شخص نے حضور نبوی میں آنا ترک کر دیا، کہ حلقہ صحابہؓ میں بیٹھوں گا اور اپنے آگے بچہ کو نہ دیکھوں گا تو بہت قلق ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس شخص کو حلقہ صحابہؓ میں نہیں دیکھا تو فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں دیکھتا ہوں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کا وہ چھوٹا پیارا بچہ مرگیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ملاقات کی اور اس کی تعزیت کی اور تسلی وتشفی دی، اور فرمایا کہ اے فلاں کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم (دنیا میں) اپنی عمر بھر اپنے بچے سے متنفع ہو؟ یا یہ پسند ہے کہ کل (قیامت کے دن) جنت کے جس دروازہ پر تم پہنچو تمہارا وہ بچہ تمہارے واسطے جنت کا دروازہ کھولنے کے لیے پہلے ہی سے موجود رہے؟ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہی پسند ہے کہ میرا بچہ جنت کے دروازہ پر پہلے ہی سے موجود رہے کہ میرے لیے دروازہ کھول دے۔ آپ نے فرمایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو تمہارے واسطے ایسا ہی ہوگا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! یہ بات خاص اسی شخص کے واسطے ہے یا ہم سب لوگوں کے واسطے ہے؟ آپ نے فرمایا تم سب لوگوں کے واسطے ہے۔

فوائد متفرقہ

فائدہ: اہل میت کو لوگوں کی تعزیت کے لیے گھر میں یا مسجد میں بیٹھنا جائز ہے

بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب زید بن حارثہ رضؓ اور جعفر رضؓ اور ابن رواحہ رضؓ کے شہید ہونے کی خبر آئی تو آپ مسجد میں بیٹھے، اس حالت کے ساتھ کہ آپ کے چہرۂ مبارک سے غم ظاہر ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجر وغیرہ اہل علم لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے عزا کے لیے بیٹھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ: تعزیت قبل دفن کے بھی درست ہے اور بعد دفن کے بھی۔ مگر فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ میت کے دفن سے واپس آ کر اہل میت کے پاس تعزیت کے لیے جمع نہیں ہونا چاہیے۔ طحطاوی صفحہ ۳۸۲ میں ہے وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهِ وَرَجَعَ النَّاسُ فَلْيَتَفَرَّقُوا وَيَشْتَغِلُوا بِأُمُورِهِمْ وَهُوَ بِأَمْرِهِ وَيُكْرَهُ اجْتِمَاعُهُمْ بِالتَّعْزِيَةِ۔ انتہی یعنی جان رکھو کہ جب میت کے دفن سے فراغت ہو اور لوگ واپس ہوں تو لوگوں کو چاہیے کہ متفرق ہو جائیں اور اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں، اور اہل میت بھی اپنے کام میں مشغول ہوں اور اہل میت کے پاس سب لوگوں کے پاس تعزیت کے لیے جمع ہونا مکروہ ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: و مکروہ است کہ بنشینند بر در خانہ خود و مردم جمع شوند و تعزیت نمایند، بلکہ ہرگاہ از دفن فارغ شوند برگردند متفرق شوند و صاحب میت باید کہ بکار خود مشغول گردد و مردم نیز بکارہا مشغول شوند۔ انتہی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: قاضی شوکانی نے نیل الاوطار صفحہ ۲۴۸ جلد ۳ میں لکھا ہے:

قَالَ فِی الْبَحْرِ وَالْمَشْرُوْعُ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ التَّعْزِیَۃُ مَرَّۃٌ۔ یعنی کتاب بحر میں لکھا ہے کہ تعزیت ایک مرتبہ کرنا جائز کیا گیا ہے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] کہ تعزیت کرنا ایک بار ہے۔

فائدہ: تعزیت کے وقت میت کے واسطے دعا کرنا بھی آیا ہے۔ ابوداؤد اور نسائی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کسی صحابی کے گھر تعزیت کے واسطے گئی تھیں۔ جب واپس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں گئی تھیں؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اس گھر کے لوگوں کے پاس گئی تھی پس میں نے ان کے میت کے واسطے دعاء رحمت کی اور ان کی تعزیت کی۔

---

[1] علامہ شوکانی نے اس حدیث کی صحت وضعف کے متعلق کچھ نہیں لکھا معلوم نہیں کہ یہ حدیث کس کتاب کی ہے اور کیسی ہے۔ قابل استدلال ہے یا نہیں۔ بہرکیف ظاہر یہی ہے کہ تعزیت ایک بار کرنی چاہیے۔ فقہائے حنفیہ بھی لکھتے ہیں کہ تعزیت ایک بار کرنا چاہیے۔ ردالمختار صفحہ ۹۴۱ جلد اول میں تتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے ایک مرتبہ تعزیت کر لی تو اس کو دوسری مرتبہ تعزیت کرنا لائق و سزاوار نہیں۔ روایت کیا اس کو حسن نے ابوحنیفہ رحمہ سے "۱۲ [2] دیکھو عون المعبود صفحہ ۱۶۰ ج ۳۔ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

زیارت قبور کے بیان میں

قبر کی زیارت کرنا مردوں کے واسطے سنت ہے، اور عورتوں کے واسطے بعض حدیثوں سے جائز معلوم ہوتا ہے اور بعض سے ناجائز۔ قبر کی زیارت اس غرض سے مشروع ہوئی ہے کہ مُردوں کے واسطے استغفار اور دعا کی جائے۔ قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہو اور اپنی موت اور آخرت یاد پڑے۔ دنیا سے دل سرد ہو، آخرت کے سامان کا خیال و فکر پیدا ہو پس اسی غرض کے حصول کے لیے قبروں کی زیارت کرنا چاہیے۔

زیارت قبر کے واسطے کوئی خاص دن یا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے جب اور جس وقت چاہے، دن کو یا رات کو زیارت قبر کے لیے قبرستان میں جائے۔ ہاں جمعہ کے روز قبروں کی زیارت کرنا بہ نسبت اور دنوں کے افضل[1] ہے۔

محمد بن نعمان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہر جمعہ کو اپنے باپ ماں دونوں کی قبر کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے، تو اس شخص کی مغفرت کی جاتی ہے اور لکھ لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہے۔ روایت کیا ہے اس کو بیہقی[2] نے شعب الایمان میں۔

---

[1] حنفی مذہب کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ یہ چار دن زیارت قبور کے لیے افضل ہیں، لیکن اس بارے میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری۔ واللہ اعلم ۱۲

[2] کذا فی المشکوٰۃ وھو حدیث مرسل والحدیث عند ابن عدی عن ابی بکر و عند الحکیم الترمذی عن ابی ھریرۃ مرفوعا متصلا لکن اسنادھما لا یخلو عن ضعف کذا فی تنقیح الرواۃ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہر جمعہ کو ایک بار اپنے ماں باپ دونوں کی قبر کی یا ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشے گا اور لکھے گا کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہے۔ روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے۔

اور حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جمعہ کے دن اپنے ماں باپ دونوں کی قبر کی یا ایک کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھے تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔ روایت کیا اس کو ابن عدی نے۔

لیکن یہ تینوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور حاکم کی ایک روایت میں آیا ہے[1] کہ حضرت فاطمہؓ ہر جمعہ کو حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں۔ اگر رات کو زیارت کرنا چاہے تو آخر رات کو زیارت کرنا افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آخر رات کو زیارت کے واسطے جنۃ البقیع میں تشریف لے جاتے تھے۔

زیارت قبر کا طریقہ یہ ہے کہ منہ قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف کر کے کھڑا ہو، اور زیارت قبر کی جو دعائیں آگے لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی دعا پڑھے۔ اور ان کے علاوہ مُردوں کے واسطے اور بھی دعائیں کرے۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں پر آئے تو اپنے منہ کو قبروں کی طرف کیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ "اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت پر سلام کرنے کے وقت اپنے منہ کو میت کے منہ کی طرف کرے، اور دعا کرنے کے وقت بھی اپنے منہ کو میت کے منہ کی طرف کیے رہے اور اسی پر عامہ مسلمانوں کا عمل ہے"۔ اور زیارت قبر کے وقت کھڑے کھڑے دعا کرنا چاہیے

---

[1] کذا فی النیل ج ۴ ص ۱۱۹ ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیارت قبر کے وقت بیٹھ کر دُعا کرنا ثابت نہیں ہے۔ اور ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کرنا ثابت ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں تشریف لے گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر تین بار دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھایا۔

زیارت قبر کے وقت نہایت اخلاص کے ساتھ مردوں کے واسطے دعا کرنا چاہیے اگر اللہ تعالیٰ نے زیارت کرنے والے کی دعا مُردوں کے حق میں قبول کر لی اور مردوں کی مغفرت ہو گئی، یا ان کے عذاب میں تخفیف کی گئی تو یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اگر عربی میں دعائیں یاد ہوں تو عربی میں دعا کرے ورنہ اپنی زبان میں دعا کرے۔

زیارت قبر کی دُعائیں

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب وہ قبرستان میں جائیں تو یہ کہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ	اے قبر کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو!
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ	تم پر سلام اور ہم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ
وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ	تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔ اور ہم اللہ
نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔	تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم لوگوں کو
رواہ مسلم۔	اور تم لوگوں کو عافیت میں رکھے۔

(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہر باری کی رات کو آخر شب میں جنة البقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ	اے قبروں کی رہنے والی ایمان والی قوم!
وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا	تم پر سلام اور تمہارے پاس وہ چیز آ گئی ہے
مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کل تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ — (یعنی قیامت تک) تم مہلت دیے گئے ہو

اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔ — اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں

(رواہ مسلم) — اے اللہ بقیع الغرقد کے رہنے والوں کو بخش دے

(۳) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ (زیارت قبر کے وقت) میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ — اے قبروں کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو!

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ — تم پر سلام اور اللہ تعالیٰ رحم کرے ان لوگوں

وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ — پر جو ہم سے آگے چلے گئے اور ان لوگوں

مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا — پر جو پیچھے رہ گئے اور ان شاء اللہ ہم

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ — تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔

(رواہ مسلم)

(۴) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں پر گزرے تو اپنے روئے مبارک کو قبروں کی طرف کیا اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَهْلَ الْقُبُوْرِ — اے قبروں کے رہنے والو! تم پر سلام۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا — اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخشے تم ہم سے

وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ — پہلے گزر گئے اور ہم بھی پیچھے پہنچنے والے ہیں

روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے ؎

گر نہ قضا بود کہ باہم رویم

می رسد آں وقت کہ ماہم رویم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل

زیارت قبر کے وقت قرآن پڑھ کر ثواب بخشنے کا بیان

امام نووی نے اپنی کتاب اذکار میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد مروزی نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ "جب تم لوگ قبرستان میں جاؤ تو سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور قل ہو اللہ احد پڑھو اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشو، مُردوں کو ثواب پہنچے گا"۔ امام احمد کے علاوہ اور اہل علم نے بھی زیارت قبور کے وقت ان سُورتوں اور بعض اور سُورتوں کو پڑھنے اور اُن کا ثواب مُردوں کو بخشنے کو لکھا ہے، مگر باوجود تلاش کثیر کے اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نظر سے نہیں گزری۔ اور جو مرفوع حدیثیں اس باب میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابو محمد سمرقندی نے فضائل قل ہو اللہ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص قبروں کے پاس گزرے اور قل ہو اللہ احد گیارہ بار پڑھے، پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو بقدر تعداد مردوں کے اُس کو ثواب دیا جائے گا اور

ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی نے اپنے فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قبرستان میں جاوے، پھر سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد اور الھاکم التکاثر پڑھے، پھر کہے یا اللہ میں نے جو تیرا یہ کلام پڑھا ہے اس کا ثواب اس کی قبرستان کے مومن اور مسلمان مُردوں کو بخش دے تو وہ مُردے اللہ تعالیٰ سے اس کی شفاعت کرائیں گے۔ اور:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو خلال کے شاگرد عبدالعزیز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ مُردوں پر تخفیف کرتا ہے اور بقدر تعداد مردوں کے اس کو نیکیاں ملتی ہیں۔ اور:

ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو قرطبی نے اپنے تذکرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کوئی مومن آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے، تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کی ہر قبر میں نور داخل کرتا ہے، اور ان کے خواب گاہ کو وسیع کرتا ہے، اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبی کا ثواب دیتا ہے، اور ہر میت کے مقابلہ میں اُس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور ہر میت کے مقابلہ میں اس کے واسطے دس نیکیاں لکھتا ہے،

یہ چاروں حدیثیں ایصال ثواب کے بارے میں بہت مشہور ہیں۔ اکثر علماء ایصال ثواب کے بیان میں ان کو نقل کرتے ہیں، مگر یہ سب ضعیف ہیں۔ اہل علم نے ان کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے لیکن حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کا مجموعہ بتاتا ہے کہ ان کی کچھ اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فوائد متفرقہ

فائدہ: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور خود روئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان کو رُلایا، اور فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کے واسطے استغفار کروں تو مجھے اس کی اجازت نہیں ملی۔ اور اجازت مانگی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اس کی اجازت ملی۔

فائدہ: بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا کہ کجاوے نہ باندھے جائیں یعنی سفر نہ کیا جائے، مگر تین مسجد کی طرف۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ، اس حدیث کے عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کے واسطے سفر کرنا جائز نہیں۔ مولوی خرم علی صاحب اس حدیث کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ اکثر احتیاط والے عالم بموجب اس حدیث کے اولیاء اور بزرگوں کی قبروں پر جانا اگر تین منزل ہو یا زیادہ درست نہیں جانتے۔

فائدہ: زیارتِ قبور کے وقت قبر کو سجدہ کرنا، اس کو بوسہ دینا، اس سے معانقہ کرنا، اس کا طواف کرنا، اس کے سامنے جھکنا، اس پر چادر غلاف چڑھانا، مردوں سے مرادیں اور حاجتیں مانگنا، یہ سب باتیں حرام و ناجائز ہیں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالا بد منہ میں لکھتے ہیں:

> "سجدہ کردن بسوی قبور انبیاء و طواف قبور کردن و دعا، از انہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہائے از انہا بکفر می رساند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بر آنہا لعنت کردہ و ازان منع فرمودہ و گفتہ کہ قبر مرا بُت نکنید۔ انتہیٰ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

ثواب رسانی کے بیان میں

میت کے واسطے دعا کرنا اور دعا کا نفع اس کو پہنچنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور تمامی علمائے اہل سنت کا مذہب بھی یہی ہے کہ دعا کا نفع میت کو پہنچتا ہے۔ سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ یعنی جو لوگ صحابہ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب، تو مغفرت کر ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جنھوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کیا۔ اس آیت سے میت کے واسطے دعا کرنا اور دعا کا نفع پہنچنا ثابت ہوتا ہے، اور نماز جنازہ کی جس قدر دعائیں آئی ہیں ان تمام دعاؤں سے میت کے واسطے دعا کرنا اور دعا کا نفع پہنچنا ثابت ہوتا ہے۔ و نیز بہت سی احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح عبادات مالیہ کا بھی ثواب میت کو پہنچنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور تمامی علمائے اہل سنت کا مذہب بھی یہی ہے کہ عبادات مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں یکایک مرگئی۔ اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی یعنی بات کرنے کا اس کو موقع ملتا تو وہ صدقہ کرتی۔ سو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب اس کو پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں وفات کر گئی ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس شخص نے کہا میرے پاس ایک باغ ہے۔ آپ کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

مسند احمد اور نسائی میں سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ ان کی ماں مرگئیں، تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ، میری ماں کا انتقال ہو گیا، میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا کون صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا پانی پلانا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کون صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا پانی۔ پس انہوں نے ایک کنواں کھدایا اور کہا کہ یہ کنواں ام سعد کے واسطے ہے۔ یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔

ان احادیث صحیحہ صریحہ سے عبادات مالیہ کا ثواب میت کو پہنچنا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

اور عبادات بدنیہ جیسے تلاوت قرآن اور نماز اور روزہ وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچنا کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور جو روایتیں عبادات بدنیہ کے ثواب کے پہنچنے کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں وہ ضعیف ہیں۔ از انجملہ وہی چار روایتیں ہیں جو زیارت قبور کے بیان میں مذکور ہوئی ہیں۔ اور از انجملہ ایک وہ روایت ہے جس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ، میں اپنے ماں باپ کے ساتھ ان کی زندگی میں نیکی کرتا تھا پس ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیونکر نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا مرنے کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے واسطے بھی نماز پڑھ، اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزہ رکھ ـــ یہ حدیث بھی ضعیف اور ناقابل وثوق ہے۔

اس کے علاوہ بعض اور روایات بھی آئی ہیں اور وہ بھی ضعیف ہیں۔ اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے۔ حافظ سیوطی شرح الصدور میں لکھتے ہیں :

اُخْتُلِفَ فِیْ وُصُوْلِ ثَوَابِ الْقُرْاٰنِ	تلاوت قرآن کے ثواب کے پہنچنے میں علماء
لِلْمَیِّتِ فَجُمْھُوْرُ السَّلَفِ وَالْاَئِمَّۃِ	کا اختلاف ہے۔ جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ
الثَّلٰثَۃِ عَلَی الْوُصُوْلِ وَخَالَفَ	یعنی امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ
فِیْ ذٰلِكَ اِمَامُنَا الشَّافِعِیُّ کَذَا	کے نزدیک پہنچتا ہے اور ہمارے امام شافعی
فِی الْمِرْقَاۃِ۔ ج ۲ ص ۳۸۲	کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے۔

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِی الْعِبَادَاتِ	عبادات بدنیہ جیسے روزہ اور نماز اور
الْبَدَنِیَّۃِ کَالصَّوْمِ وَالصَّلٰوۃِ	قرارت قرآن اور ذکر کے ثواب پہنچنے میں
وَقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ وَالذِّکْرِ فَمَذْھَبُ	علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور
اَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَاَحْمَدَ وَجُمْھُوْرُ	امام احمد اور جمہور سلف کا مذہب یہ ہے
السَّلَفِ اِلٰی وُصُوْلِھَا وَالْمَشْھُوْرُ	کہ عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
مِنْ مَذْھَبِ الشَّافِعِیِّ وَمَالِكٍ	اور مذہب مشہور امام شافعی اور مالکؒ کا
عَدَمُ وُصُوْلِھَا۔	یہ ہے کہ نہیں پہنچتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

فوائدِ متفرقہ

فائدہ : ثواب رسانی کے واسطے شریعت سے نہ کوئی خاص دن مقرر ہے اور نہ کوئی خاص وقت۔ جب اور جس وقت چاہے مردوں کے واسطے صدقہ کرے اور ان کے لیے دعا و استغفار کرے۔ ثواب رسانی کے واسطے تیسرے دن یا دسویں یا بیسویں یا چالیسویں دن کو یا کسی اور دن کو مخصوص کرنا یا ہفتہ میں پنجشنبہ کو خاص کرنا ناجائز کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور یہ حدیث جو مشہور ہے کہ مومنین کی روحیں جمعہ کی شب کو اور عیدین اور شب برات کو چھوٹتی ہیں اور پہلے اپنی قبروں کو اور پھر اپنے گھروں کو آتی ہیں پھر نرم آواز سے اپنے اقربا کو پکارتی ہیں کہ ہمارے واسطے کچھ صدقات خیرات کرو۔ پس اگر وہ کچھ خیرات وصدقات کرتے ہیں تو دعا دے جاتی ہیں، ورنہ ناخوش ہو کر چلی جاتی ہیں۔ سو یہ حدیث بالکل بے اصل ہے، ہرگز اعتبار کے لائق نہیں۔

فائدہ: میت کے ساتھ قبر پر کھانا یا غلہ یا نقد لے جانا اور وہاں فقراء و مساکین کو تقسیم کرنا شریعت سے ثابت نہیں۔ اس سے بچنا چاہیے۔

فائدہ: اکثر احناف میں ثواب رسانی کی یہ صورت بہت جاری ہے کہ حافظ کو نوکر رکھ کر یا کچھ اجرت دے کر میت کے واسطے قرآن پڑھاتے ہیں۔ سو اس صورت سے میت کو ثواب نہیں پہنچتا ہے۔ فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں[1] کہ اس صورت سے نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے اور نہ قرآن پڑھنے والے اور پڑھانے والے کو ثواب ہوتا ہے۔

---

[1] ردّ المختار حاشیہ در المختار میں ہے قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری وقال العینی فی شرح الھدایۃ ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قرأۃ الاجزاء بالاجرۃ لا یجوز لان فیہ الامر بالقرأۃ واعطاء الثواب للآمر والقرأۃ لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فاین یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرۃ ما قرأ احد لاحد فی ھذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا و وسیلۃ الی جمع الدنیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انتھی۔

نیز اسی کتاب میں ہے: ونقل علامۃ الخلوتی فی حاشیۃ المنتھی الحنبلی عن شیخ الاسلام تقی الدین ما نصہ ولا یصح الاستیجار علی القرأۃ واھداءھا الی المیت لانہ لم ینقل عن احد من الائمۃ الاذن فی ذلک وقد قال العلماء ان القاری اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب لہ فای شیء یصل الی المیت وانما یصل الی المیت العمل الصالح والاستیجار علی مجرد التلاوۃ لم یقل بہ احد من الائمۃ وانما تنازعوا فی الاستیجار علی التعلیم انتھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ یہ دونوں پڑھنے والے اور پڑھانے والے گنہ گار ہوتے ہیں۔

فائدہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے اندر میت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ڈوب رہا ہو اور فریاد کر رہا ہو، میت منتظر رہتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا کسی دوست کی طرف سے کوئی دعا اس کو پہنچے۔ پس جب کوئی دعا اس کو پہنچتی ہے تو وہ دعا اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں کے مانند (ثواب اور رحمت اور مغفرت) داخل کرتا ہے۔ اور زندہ لوگوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہ ہے کہ ان کے واسطے استغفار کیا جائے۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے مردے ہماری دعا اور استغفار کے بہت محتاج ہیں پس مردوں کے واسطے بہت کثرت سے دعا اور استغفار کرنا چاہیے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔

وَهٰذَا اٰخِرُ مَآ اَرَدْنَا اِيْرَادَهٗ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ سماعِ موتیٰ

سوال :

کیا مُردے سنتے ہیں یا نہیں ؟ اگر سنتے ہیں تو نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ والی حدیث کا کیا مطلب ہے ؟ بَيِّنُوْا بِالدَّلِيْلِ تُوْجَرُوْا عِنْدَ الْجَلِيْلِ۔

جواب :

آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اور آیت وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مُردے سنتے نہیں ہیں۔ اور اسی کی تائید حدیث نَمْ کنومۃ العروس سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن بعض احادیث صحیحہ سے خاص اوقات و مواقع میں مردوں کا سننا ثابت ہوتا ہے۔

جیسے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے جس میں یہ لفظ واقع ہے انه ليسمع قرع نعالهم۔

(رواہ البخاری) اور:

جیسے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جس میں یہ لفظ واقع ہے ما انت باسمع منهم

(رواہ البخاری ایضاً)

جیسے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے جس میں یہ لفظ واقع ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمھم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم اھل الدیار الخ (رواہ مسلم)

پس دونوں آیتوں مذکورہ بالا اور ان احادیث کے درمیان جمع اور توفیق کی صورت یہ ہے کہ مردے سنتے نہیں ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی خاص وقت یا کسی خاص موقع میں ان کو سنانا چاہتا ہے تو وہ سن لیتے ہیں۔

تفسیر فتح البیان مصنفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمہ اللہ صفحہ ۸۵ جلد ۷ میں ہے :۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وظاھر نفی سماع الموتی للعموم فلا یخص منہ الا ما ورد بدلیل کما ثبت فی الصحیح انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاطب القتلی فی قلیب بدر فقیل لہ یا رسول اللہ انما تکلم اجسادا لا ارواح لہا وکذا ما ورد من ان المیت یسمع خفق نعال المشیعین لہ اذا انصرفوا انتہی۔

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری، ص ۲۰۴، جزو ۵ میں ہے :۔

قال ابن التین لا معارضۃ بین حدیث ابن عمرؓ والآیۃ لان الموتی لا یسمعون بلا شک لکن اذا اراد اللہ اسماع ما لیس من شانہ السماع لم یمتنع کقولہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ الآیۃ وقولہ تعالیٰ فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرھا الآیۃ۔ انتہی۔

اور اس مسئلہ کے متعلق میرا ایک مضمون فتاوی نذیریہ جلد اول صفحات ۳۴۱ تا ۳۴۳ میں درج ہے اس کو بھی دیکھ لینا چاہیے، ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفی اللہ عنہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قال النبی ﷺ
کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار

بدعات
اور
اُن کا شرعی پوسٹ مارٹم

بدعات' اُن کی اقسام' تاریخ اور اُن کے نشو ونما کے اسباب' دین میں اُن کے مضر اثرات اور ناقابل تلافی نقصانات کو سمجھنے کیلئے ایک بہترین اور مکمل کتاب

مصنف:
علامہ شیخ احمد بن حجر
قاضی دوحہ قطر

مترجم:
مولانا رئیس الاحرار ندوی

ناشر
فاروقی کتب خانہ
الفضل مارکیٹ، ۱۷- اردو بازار، لاہور۲